

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مُحَمَّدٌ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عِبَادِ الْمَسٰحِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

خلافت نمبر

جلد ۲۲ — شماره ۲۱

بدلی اشتراک

سالات ۸ — ۱۰ روپے
ششماہی — ۵ روپے
ممالک غیر — ۲۰ روپے
فی پرچہ ۲۵ پیسے



ایڈیٹر: محمد حفیظ بقت پوری
نائب ایڈیٹر: جاوید اقبال اختر

THE WEEKLY BADR QADIAN

REGD. NO. P. 67

PHONE NO. 35

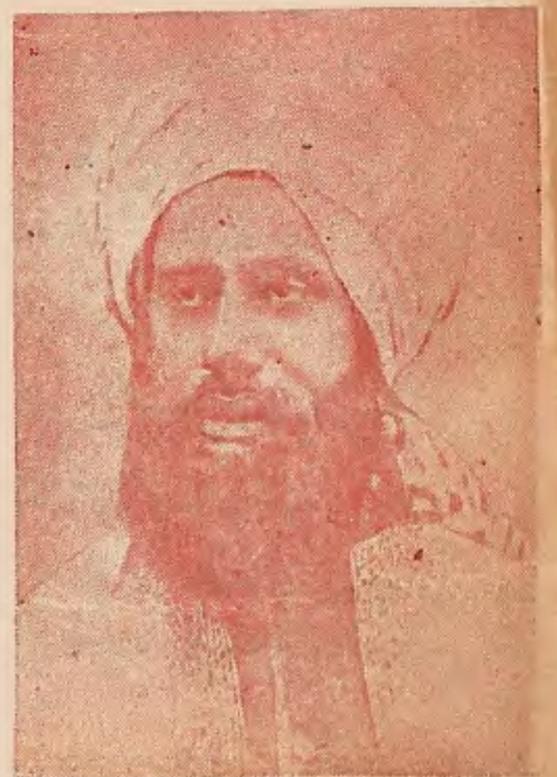
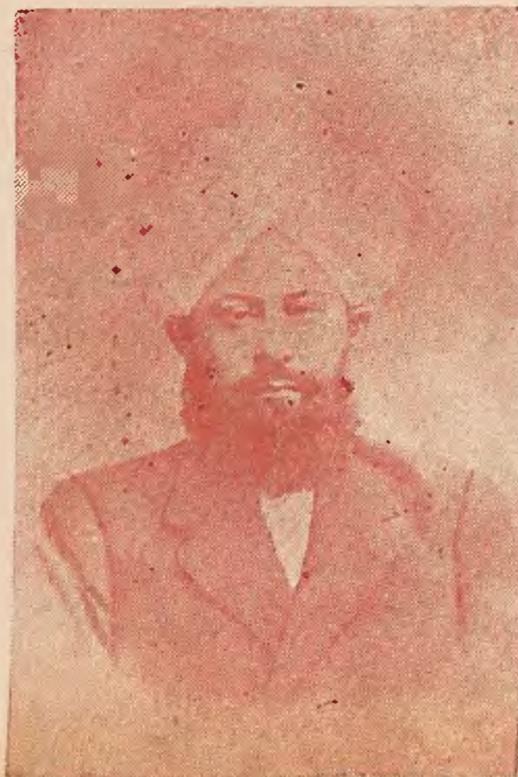
۲۲ مئی ۱۹۷۳ ع

۲۲ ہجرت ۱۳۵۲ ہ

۲۰ ربیع الثانی ۱۳۹۳ ھ



شبلیہ مبارک حضرت مزار غلام احمد رضا قادیانی علیہ السلام



شبلیہ مبارک حضرت مولانا نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح اولیٰ
شبلیہ مبارک حضرت مزار الشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی
شبلیہ مبارک حضرت عاتق مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث علیہ السلام

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے رام آریٹریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ یروڑ: صدر انجمن احمدیہ قادیان

اخبار احمدیہ

قادیان ۲۲ ہجرت (مئی) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اطلاع ملنے پر کہ حضور کی طبیعت الحمد للہ اچھی ہے۔ اجاب اپنے محبوب امام ہمام کی صحت و سلامتی، درازی عمر اور تقاضا عالیہ میں فائز المرامی کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

۱۶۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مظلوما کی صحت کے متعلق مورخہ ۱۲ ہجرت کی اطلاع ہے کہ کمزوری بہت ہے۔ اجاب محترمہ سر سیرہ عمدہ کی صحت و سلامتی کے لئے بھی دعائیں جاری رکھیں۔

۱۷۔ بیگم صاحبہ سید میر داؤد احمد صاحب مرحوم کے متعلق اطلاع ہے کہ عمدہ پر عمدہ کابیت اترے جس کی وجہ سے کھانے اور چائے کے بعد فوراً الٹی ہو جاتی ہے یا تھوڑی دیر کے بعد الٹی ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے صحت بہت کمزور ہو گئی ہے۔ اجاب مرصوفہ کی کامل شفا یابی کے لئے دعا فرمائیں۔

۱۸۔ محترم صاحبزادہ مرزا وحید احمد صاحب مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں الحمد للہ۔

قادیان ۲۲ ہجرت۔ ہفتہ زیر اشاعت میں محترمہ قدیر بیگم صاحبہ بیگم نواب اعزاز رسول صاحب مرحوم آن سنیہ لکھنؤ سے ۱۶ مئی کو قادیان تشریف لاکر ۲۰ کو واپس تشریف لے گئیں۔ محترم میاں نواب عبدالرحیم صاحب ۱۷ مئی کو واپس کوٹلہ سے تشریف لائے اور حال بہاں ہے۔ محترم محمد مستن صاحب آف باریشس ۱۸ مئی کو کلکتہ سے برصغیر ہوئے جاز آئے اور مورخہ ۲۰ مئی کو واپس کلکتہ روانہ ہو گئے۔

تھے۔ اور خلافت کی بنا محض خدا تعالیٰ کے فضل سے دُنیا میں استوار ہو چکی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے وہ انفضال و انعامات جو ایمان اور اعمالِ صالحہ سے مشروط ہیں نازل ہونے شروع ہو چکے تھے۔ اور اب بھی جاری ہیں۔ اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہیں گے۔

آج سے ٹھیک پینسٹھ سال قبل جماعت احمدیہ میں خلافت کے بابرکت نظام کا اجراء ہوا۔ اور ان پینسٹھ سالوں میں ہم نے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کو ہزار رنگ اترتے دیکھا۔ نظامِ خلافت کے قیام سے آج تک گاہر دن گواہ ہے کہ مخالفوں اور عداوتوں کے بے شمار طوفان اپنے پھیڑوں کی بے پناہ شدت کے ساتھ جماعت احمدیہ کی تباہی و بربادی کے عزائم کے ساتھ لپکے۔ لیکن خلافت کی مضبوط چٹان کے ساتھ مہر لگا کر ناپود ہو گئے۔ جماعت ایک کج شک بے مایہ کی حیثیت سے اٹھ کر بڑے بڑے شاہینوں سے ٹکرائی۔ اور حدود و اسداد کو پھاندتی ہوئی آفاق و انشاق تک جا پہنچی۔ اور یہ ہم بیٹا سے محروم لوگ ہی کہتے رہ گئے کہ خطر لاکھیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

حالانکہ اسلاف کا قلب و جگر تو صرف انہی کے مقصود میں تھا جو اسلاف کے سوت تھے اور اسلاف ہی کے نقوش قدم پر چلنے والے تھے۔ انہی کے لئے اللہ تعالیٰ نے خلافت کی بنا استوار کی اور نظامِ خلافت کے ساتھ وابستہ تمام نعمتوں سے ان کو نوازا۔ وہ خلیفہ وقت کے اشارہ ابرو پر اٹھے اور خلیفہ وقت کی جنبشِ مرگال پر بیٹھ گئے۔ فرزانگی کو بدل و دماغ سے جھٹک کر دیوانوں کی طرح اپنے امام کی ایک ہی آواز پر اپنی جیبوں کو الٹ دینے والے اور لاکھوں لاکھ روپے چشمِ زدن میں اپنے پیارے امام کے قدموں میں اشاعتِ اسلام و قرآن کے لئے ڈھیر کر دینے والے علیٰ وجہ البصیرت اس یقین پر قائم ہو چکے ہیں کہ یہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس پر چل کر اس نظام تک پہنچا جا سکتا ہے جو عظمتِ اسلام اور تمکنتِ دین کا مقام ہے۔

۱۹۱۲ء تک خلافت کے دامن سے وابستہ رہنے والے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے بدقسمتی سے مغربی تعلیمات کے زیر اثر اور ذاتی اقتدار کی ہوس کے تحت انا خیرو منہ کانفرہ لگایا۔ اور اپنے آپ کو خلافت کی نعمت سے محروم کر لیا۔ انہوں نے بڑے بلند بانگ دعوے کئے تھے اور خلافتِ حقہ کے خلاف بہت کچھ زبان درازی بھی کی تھی۔ لیکن ۵۹ سالہ تجربہ نے بتا دیا کہ ان کا قدم راستی سے جھٹک گیا تھا۔ اور آج جب کہ وہ اپنے ہی گھر میں منتشر و متفرق ہیں اور خلافتِ احمدیہ کی حامی جماعت ہر نئے دن ایک نئی ترقی کی بشارت سن رہی ہے۔ وہ لوگ زبان سے اقرار کریں یا نہ کریں لیکن یقیناً ان کے دلوں سے یہ آواز اٹھ رہی ہوگی کہ

یارانِ تیز گام نے محمول کو جا لیا

ہم محو نالہ بربکس کاروان ہے

وہ ہمارے غلطی خوردہ بھائی ہیں۔ اور ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس طریقِ تجربہ سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور وہ پھر سے دامنِ خلافت سے وابستہ ہو کر برکاتِ خلافت سے بہرہ ور ہوں۔

اللہم آمین

ہفت روزہ بدر قادیان

مورخہ ۲۲ ہجرت ۱۳۵۲ء

ناخلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار لاکھیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

نہ بڑے ہی پُر شوکت الفاظ میں خلافت کو اہمیت، تمکنت اور سلطنتِ اسلام کا ایک عظیم الشان ستون قرار دیا ہے۔ اور اس امر کو اپنے وعدہ کے نام سے موسوم فرمایا ہے کہ اگر اہل اسلام غیر منترزل ایمان اور اعمالِ صالحہ کے ساتھ اس حبیب اللہ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیں گے تو ان کے ہر قسم کے خوف کو امن اور طمانیت سے یوں تبدیل کر دیا جائے گا کہ گویا عدوانِ اسلام کا خوف خود ان سے خائف ہو جائے گا۔ یہ وعدہ کسی دنیوی حکومت کی طرف سے نہیں تھا جو اپنے سیاسی مصالح کے تحت ہزار بار اپنے وعدوں سے منحرف ہو جایا کرتی ہے۔ اور حالات کا رخ پلٹتے ہی ان کے وعدے ان کی سیاسی خود غرضیوں کی تذر ہو جایا کرتے ہیں۔ بلکہ یہ وعدہ اس آسمانی آتما کی طرف سے تھا جو اپنے وعدوں میں پکا ہے۔ اور ساری دنیا کے حالات کو اپنے وعدہ کے تابع کر دینے کی طاقت رکھتا ہے۔

چنانچہ اسلام کے صدر اول میں جب تک واعظہ مو بحبل اللہ جمیعاً پر دل و جان سے عمل کرتے ہوئے اہل اسلام نے اپنی گردنوں کو اطاعتِ خداوندی کے لئے پوری طرح جھکاتے ہوئے دامنِ خلافت کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھا تو تاریخِ اسلام کے سنہری اوراق میں یہ حقیقت واضحی ہم مرقوم پاتے ہیں کہ اپنی قلتِ تعداد کے باوجود اہل اسلام نے اپنی اجتماعیت کی قوت سے خلفائے راشدین کی پُر عظمت قیادت میں کارہائے نمایاں انجام دیئے اور مٹی بھر بے سرد سامانِ مسلمانوں نے سنا دید عرب و عجم کے منہ پھیر دیئے۔

لیکن بد قسمتی سے خلفائے اربعہ کا بے مثال سنہری دور گزرنے کے ساتھ ہی لوکیتِ دُر آئی۔ اور طالع آزمائوں نے صالحیت کے راستہ سے انحراف کر کے خلافتِ اسلامیہ کی آسمانی نعمتِ عظمیٰ کا دامن چھوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی رسی کو اوپر کھینچ لیا جو ان کی اجتماعیت اور قوت و شوکت کی ضامن تھی۔ اور یوں سب سے سارے دانے منتشر ہو گئے۔ پھر صدیوں پھریاں گزرتی چلی گئیں تا آنکہ تشقت و افتراق نے اسلامیانِ عالم کی ساری ہوا خارج کر دی۔ اور وہ تَذہیبِ ریحکم کے انداز سے بھی کوئی سبق حاصل نہ کر سکے۔

چودھویں صدی ہجری میں جب اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق بدرِ کامل طلوع ہوا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا جو اپنی گردن پر رکھ کر اور استائنہ الوہیت پر اپنے سر تیاڑا جھکا کر اس نے فریاد کیا کہ

یا الہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا!

اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اہٹن لے بگاڑ

تو آسمانوں پر اللہ تعالیٰ کا جسم جوش میں آیا۔ اور حبیب اللہ پھر آسمان کے فرزندوں سے نکل آیا گیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی میدا کر وہ جماعت نے اُسے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیا اور جیہ ہرپ اپنا مشن نہایت کامیابی کے ساتھ پورا کر کے اپنے رب کے حضور حاضر ہونے کی تیاری فرما رہے تھے تو آپ نے ایک طرف اپنی جماعت کو اپنے قریب وفات کی اطلاع دی اور دوسری طرف یہ بشارت دی کہ قدرتِ ثانیہ کے رنگ میر خلافتِ اسلامیہ کی نعمتِ عظمیٰ تمہارے سپرد کی جائے گی۔ چنانچہ جماعت نے آپ کے وصال کے بعد ہی کی وصیت پر پوری طرح عمل پیرا ہوتے ہوئے حبیب اللہ کو نہایت مضبوطی سے پکڑ لیا۔ اور ترقیات کے دروازے کھل گئے اور جماعتِ خلافت کی قیادت میں بڑی تیزی کے ساتھ ملکوں ملکوں پھیلنے لگی۔

جماعتِ احمدیہ کے نفوذ کا یہی زمانہ تھا جب علامہ اقبال نے بڑے ہی حسرتناک لہجے میں کہا تھا کہ

ناخلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار!

لاکھیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

حالانکہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے عین مطابق، لانے والے اسلاف کا قلب و جگر ڈھونڈ کر لاکھ

”میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعض اولیٰ ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے“

”سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو“

خلافت احمدیہ کے متعلق حضرت یحٰیٰ موعود علیہ السلام کی واضح پیشگوئی

”یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب کہ اُس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور اُن کو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے كَتَبَ اللّٰهُ لَآ غَلْبَانَ اَنَادِرْسُلٰیؑ اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشا ہوتا ہے کہ خدا کی رحمت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ انکی سچائی ظاہر کر دیتا ہے۔ اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اسکی تخم بریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اسکی پوری تکمیل اللہ کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دیکر جو ظاہر ایک نامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن و تشنیع کا موقعہ دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے۔ اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناممکن تھے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (۱) اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائیگی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور اُن کی مکر میں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بد قسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک وقت موت سمجھی گئی۔ اور بہت سے باویہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی مکہ کے غم کے یوانہ کی طرح ہو گئے تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہونے ہونے تمام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا وَ لَيَمَكِّنَنَّ لَّهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيَسَدَّ لَقْتَهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اٰمَنًا یعنی خوف کے بعد پھر ہم اُن کے پیروں میں گئے ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا جبکہ حضرت موسیٰ مصر اور کنعان کی راہ میں پہلے اس سے جو بنی اسرائیل کو وعدہ کے موافق منزل مقصود تک پہنچا دیں فوت ہو گئے اور بنی اسرائیل میں اُن کے مرنے سے ایک بڑا ماتم برپا ہوا جیسا کہ تورات میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل اس بے وقت موت کے صدمہ سے اور حضرت موسیٰؑ کی ناگہانی جدائی سے چالیس دن تک روتے رہے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ معاملہ ہوا۔ اور صلیب کے واقعہ کے وقت تمام حواری تتر بتر ہو گئے اور ایک اُن میں سے مرتد بھی ہو گیا۔

سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے نامخالفوں کی دوجھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھانے سے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دیگا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آئے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا۔ اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں۔ اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے۔ پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام بلائیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو اور چاہیے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں۔ تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو۔ اور تمہیں دکھاوے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔“ (الوصیۃ صفحہ ۶ تا ۸)

خلافت راشدہ کے سات امتیازات

سَيِّدَنَا حَضْرَتُ خَلِيفَةِ الْمَسِيحِ الثَّانِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَقَدَمِهِ

”اسلام میں خلافت راشدہ کے محسوسی امتیازات سات ہیں :-

اول۔ انتخاب :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ أَنْ تُوَدُّوا الْأَمْنَتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا۔ یہاں امانت کا لفظ ہے لیکن ذکر چونکہ حکومت کا ہے اس لئے امانت سے مراد امانتِ حکومت ہے۔ آگے طریقِ انتخاب مسلمانوں پر چھوڑ دیا چونکہ خلافت اس وقت سیاسی تھی مگر اس کے ساتھ مذہبی بھی اس لئے دین کے قائم ہونے تک اس وقت کے لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ انتخاب صحابہ کریں کہ وہ دین اور دیندار کو بہتر سمجھتے تھے ورنہ ہر زمانہ کیلئے طریقِ انتخاب الگ ہو سکتا ہے۔ اگر خلافت صحابہ کے بعد چلتی تو اس پر بھی غور ہو جاتا کہ صحابہ کے بعد انتخاب کس طرح ہوا کرے۔ بہر حال خلافت انتخابی ہے۔ اور انتخاب کے طریق کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر چھوڑ دیا ہے۔

دوم۔ شریعت :- خلیفہ پر اوپر سے شریعت کا دباؤ ہے۔ وہ مشورہ کو رد کر سکتا ہے مگر شریعت کو رد نہیں کر سکتا۔ گویا وہ کانسٹی ٹیوشنل ہیڈ ہے، آزاد نہیں۔

سوم۔ شعوری :- اوپر کے دباؤ کے علاوہ نیچے کا دباؤ بھی اس پر یعنی اُسے تمام اہم امور میں مشورہ لینا اور جہاں تک ہو سکے اسکے ماتحت چلنا شعوری ہے۔

چہارم۔ اندرونی دباؤ یعنی اخلاقی :- علاوہ شریعت اور شعوری کے اس پر نگران اس کا وجود بھی ہے کیونکہ وہ مذہبی رہنما بھی ہے اور نمازوں کا امام بھی۔ اس وجہ سے اس کا دماغی اور شعوری دباؤ اور نگرانی بھی اُسے راست پر چلانے والا ہے جو خاص سیاسی، منتخب یا غیر منتخب حاکم پر نہیں ہوتا۔

پنجم۔ مساوات :- خلیفہ اسلامی انسانی حقوق میں وی ہے جو دنیا میں کسی اور حاکم کو حاصل نہیں۔ وہ اپنے حقوق عدالت کے ذریعہ سے لے سکتا ہے۔ اور اس سے بھی حقوق عدالت کے ذریعہ سے لئے جاسکتے ہیں۔

ششم۔ عصمتِ صفری :- عصمتِ صفری اسے حاصل ہے یعنی اسے مذہبی نشین کا پرزہ قرار دیا گیا ہے اور وعدہ کیا گیا ہے کہ ایسی غلطیوں سے اُسے بچایا جائیگا جو تباہ کن ہوں اور خاص خطرات میں اسکی پالیسی کی اللہ تعالیٰ تائید کریگا۔ اور اُسے دشمنوں پر فتح دیگا۔ گویا وہ مؤید من اللہ ہے اور دوسرا کسی قسم کا حاکم اس میں اس کا شریک نہیں۔

ہفتم۔ وہ سیاسیات سے بالا ہوتا ہے اس لئے اس کا کسی پارٹی سے تعلق نہیں ہو سکتا۔ وہ ایک باپ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے لئے کسی پارٹی میں شامل ہونا یا اس کی طرف مائل ہونا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ یعنی جب ایسے شخص کا انتخاب ہو تو اس کا فرض ہے کہ وہ کامل انصاف سے فیصلہ کرے۔ کسی ایک طرف خواہ شخصی ہو یا قومی ہونہ چکے۔

(بشکرتہا "الفرقان" ربوہ۔ مئی ۱۹۶۷ء)

مسئلہ خلافت کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہما کی ایک نہایت افرور اور روح پرور تقریر

جو فیضانِ الہی تمہیں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حاصل ہوا اُسے خلافت کے ذریعہ ہمیشہ قائم رکھو

جن حالات کی بناء پر پہلے مسلمانوں نے خلافت کو کھویا ان سے عبرت حاصل کرو اور ہمیشہ ان سے بچنے کی کوشش کرو!!

افراد مرسکتے ہیں لیکن قومیں اگر چاہیں تو خلافت کے قیام و استحکام کے ذریعہ ہمیشہ زندہ رکھ سکتی ہیں

نمودہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۵۳ء بمقام سہتوہ۔

بیتہ سال سے زیادہ عرصہ گزرا کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ایک روایت کیا تھا جس میں بتایا گیا تھا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف ۳۳ سال بعد ہی مسلمان خلافت سے کیوں محروم ہو گئے۔ اس عظیم الشان انکشاف پر حضور نے مناسب کجا کہ فرمایا: "اے لوگو! یہاں جماعت احمدیہ کو توجہ دلائیں کہ انہیں ہمیشہ یہ کوشش کرنی چاہیے کہ آئندہ وہ حالات بھی پیدا نہ ہوں جن کی بناء پر مسلمان خلافت روحانی سے محروم ہو گئے تھے۔ چنانچہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۵۳ء کو خدامِ احمدیہ کے سالانہ اجتماع میں حضور نے اس کے متعلق ایک نہایت ایمان افروز تقریر فرمائی۔ یہ تقریر ابھی تک شائع نہیں ہوئی تھی۔ اجاب جماعت سے استدعا ہے کہ وہ اس تقریر کو پڑھیں اور دلوں کو بڑھائیں۔ اور خلافتِ احمدیہ کے قیام و استحکام کے لئے ہمیشہ اس جماعتی عہد کو یاد رکھیں جو حضور ان سے بارہا لیتے رہے ہیں۔"

اس لئے ہے تا وہ کہہ سکے کہ میں نے اسے تمہارے ہاتھ میں دیا تھا۔ اگر تم چاہتے تو یہ چیز ہمیشہ تم میں قائم رہتی۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اسے الہامی طور پر بھی قائم کر سکتا تھا۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ اس نے یہ کہا کہ اگر تم لوگ خلافت کو قائم رکھنا چاہو گے تو میں بھی اسے قائم رکھوں گا۔ گویا اس نے تمہارے منہ سے کھلوانا ہے کہ تم خلافت چاہتے ہو یا نہیں چاہتے۔ اب اگر تم اپنا منہ بند کر لو یا خلافت کے انتخاب میں اہمیت نہ نظر نہ رکھو۔ مثلاً تم ایسے شخص کو خلافت کے لئے منتخب کر لو جو خلافت کے قابل نہیں تو تم یقیناً اس نعمت کو کھو بیٹھو گے۔ مجھے اس طرف زیادہ تحریک اس وجہ سے ہوئی کہ آج رات دو بجے کے قریب

میں نے ایک روایا میں دیکھا کہ پینسل سے لکھے ہوئے کچھ نوٹ ہیں جو کسی مصنف یا مورخ کے ہیں۔ اور انگریزی میں لکھے ہوئے ہیں۔ پینسل بھی COPYING یا BLUE رنگ کا ہے۔ نوٹ صاف طور پر نہیں پڑھے جاتے۔ اور جو کچھ پڑھا جاتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان نوٹوں میں یہ بحث کی گئی ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمان اتنے جلدی کیوں خراب ہو گئے۔ باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ کے عظیم الشان احسان ان پر تھے، اعلیٰ تمدن اور بہترین اقتصادی تعلیم انہیں دی گئی تھی اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کر کے بھی دکھا دیا تھا۔ چہ ہی وہ گر گئے اور ان کی حالت خراب ہو گئی۔ یہ نوٹ انگریزی میں لکھے ہوئے ہیں۔ لیکن عجیب بات یہ ہے

دی تھی جس پر اگر ان کا آئندہ نسلیں عمل کرتیں تو ہمیشہ زندہ رہتیں۔ لیکن قوم نے عمل چھوڑ دیا۔ اور وہ مر گئی۔ دنیا یہ سوال کرتی ہے اور میرے سامنے بھی یہ سوال کئی دفعہ آیا ہے کہ باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ نے صحابہ کو ایسی اعلیٰ درجہ کی تعلیم دی تھی جس میں ہر قسم کی سوشل تکالیف اور مشکلات کا علاج تھا اور پھر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کر کے بھی دکھا دیا تھا۔ پھر وہ تعلیم کئی کہاں۔ اور ۳۳ سال ہی میں وہ کیوں ختم ہو گئی؟ عیسائیوں کے پاس

مسلمانوں کے کم درجہ کی خلافت تھی۔ لیکن ان میں اب تک پوپ چلا آ رہا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عیسائیوں میں پوپ کے باقی بھی ہیں لیکن اس کے باوجود ان کی اکثریت ایسی ہے جو پوپ کو مانتی ہے۔ اور انہوں نے اس نظام سے فائدہ بھی اٹھائے ہیں لیکن مسلمانوں میں ۳۳ سال تک خلافت رہی۔ اور پھر ختم ہو گئی۔ اسلام کا سوشل نظام ۳۳ سال تک قائم رہا۔ اور پھر ختم ہو گیا۔ نہ جمہوریت باقی رہی نہ غربا پروردگاری نہ لوگوں کی تعلیم اور غذا اور لباس اور مکان کی ضروریات کا کوئی احساس رہا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ ساری باتیں کیوں ختم ہو گئیں۔ اس کی یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کی ذہنیت خراب ہو گئی تھی۔ آگے ان کی ذہنیت درست رہتی تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ یہ نعمت ان کے ہاتھ سے چلی جاتی۔ پس تم خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرو۔ اور ہمیشہ اپنے آپ کو خلافت سے وابستہ رکھو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو خلافت تم میں ہمیشہ رہے گی۔ خلافت تمہارے ہاتھ میں خدا تعالیٰ نے دی ہی

ہی کر بھی چاہتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ رہتے تو وہ زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔ ہاں اگر تم یہ چاہو کہ قدرتِ ثانیہ تم میں زندہ رہے تو وہ زندہ رہ سکتی ہے۔

قدرتِ ثانیہ کے دو مظاہر ہیں۔ اول۔ تائیدِ الہی اور دوسرے خلافت۔ اگر قوم چاہے اور اپنے آپ کو مستحق بنائے تو تائیدِ الہی بھی اس کے شامل حال رہ سکتی ہے۔ اور خلافت بھی اس میں زندہ رہ سکتی ہے۔ خرابیاں ہمیشہ ذہنیت کے خراب ہونے سے پیدا ہوتی ہیں۔ ذہنیت درست رہے تو کوئی وجہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کسی قوم کو چھوڑ دے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ہی فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغۡیۡرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یَغۡیۡرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کبھی کسی قوم کے ساتھ اپنے ملک میں تبدیلی نہیں کرتا جب تک کہ وہ خود اپنے دلوں میں خرابی پیدا نہ کر لے۔ یہ چیز ایسی ہے جسے ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں سمجھ سکتا کہ میں اس بات کو نہیں سمجھ سکتا۔ کوئی جاہل سے جاہل انسان بھی ایسا نہیں ہو گا جسے میں یہ بات بتاؤں اور وہ کہے کہ میں اسے سمجھ نہیں سکا۔ یا اگر ایک دفعہ سمجھانے پر نہ سمجھ سکے تو دوبارہ سمجھانے پر بھی وہ کہے کہ میں نہیں سمجھا۔ لیکن اتنی سادہ سی بات بھی تو میں فراموش کر دیتی ہوں۔ انسان کا مرنا تو ضروری ہے۔ اگر وہ مر جائے تو اس پر کوئی الزام نہیں آتا۔ لیکن قوم کے لئے مرنا ضروری نہیں۔ تو میں اگر چاہیں تو وہ زندہ رہ سکتی ہیں۔ لیکن وہ

اپنی ہلاکت کے سامان خود پیدا کر لیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ صحابہ کو ایک ایسی تعلیم

تشہد و تہود اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:- انسان دنیا میں پیدا بھی ہوتے ہیں اور مرتے بھی ہیں۔ کوئی انسان ایسا نہیں ہوا جو ہمیشہ زندہ رہا ہو۔ لیکن

قومیں اگر چاہیں تو وہ ہمیشہ زندہ رہ سکتی ہیں یہی امید دلانے کے لئے حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ:-

میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔"

(یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۶-۱۷) اس میں حضرت مسیح علیہ السلام نے لوگوں کو ایسی نکتہ کی طرف توجہ دلائی تھی کہ چونکہ ہر انسان کے لئے موت مقدر ہے اس لئے میں بھی تم سے ایک دن جدا ہو جاؤں گا۔ لیکن اگر تم چاہو تو تم ابد تک زندہ رہ سکتے ہو۔ انسان اگر چاہے بھی تو وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ لیکن تو میں اگر چاہیں تو وہ زندہ رہ سکتی ہیں۔ اور اگر وہ زندہ نہ رہنا چاہیں تو مر جاتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی یہی فرمایا کہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے۔ اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں۔ اور وہ دوسری قدرت آ نہیں سکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔"

اس جگہ ہمیشہ کے یہی معنی ہیں کہ جب تک تم چاہو گے تم زندہ رہ سکو گے۔ لیکن اگر تم ملک

کے جو تئیں لکھی ہوئی تھی وہ بائیں طرف سے دائیں طرف کو نہیں لکھی ہوئی تھی بلکہ دائیں طرف سے بائیں طرف کو لکھی ہوئی تھی۔ لیکن پھر بھی اسے بڑا رہا تھا۔ گو وہ خراب ہی لکھی ہوئی تھی اور الفاظ واضح نہیں تھے۔ بہر حال کچھ نہ کچھ پڑھ لیا تھا۔ اس میں سے ایک فقرہ کے الفاظ قریباً یہ تھے کہ *There were two reasons for it. Their temperament becoming (1) Morbid and (2) Anarchical* یہ فقرہ بتا رہا ہے کہ مسلمانوں پر کیوں تباہی آئی۔ اس فقرہ کے یہ معنی ہیں کہ وہ خرابی جو مسلمانوں میں پیدا ہوئی اس کی دو ہی تھی کہ مسلمانوں کی طبائع میں

دو قسم کی خرابیاں

شام اور انادولیا تھا۔ اور ایرانی سلطنت کے ماتحت عراق، ایران، رشین ٹری ٹوری کے بہت سے علاقے، افغانستان ہندوستان کے بعض علاقے اور چین کے بعض علاقے تھے۔ اس وقت ہی دو بڑی حکومتیں تھیں۔ ان کے سامنے عرب کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔ لیکن ہجرت کے آٹھویں سال بعد سارا عرب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہو گیا۔ اس کے بعد جب سرحدوں پر عیسائی قبائل نے شہرارت کی تو پہلے آپ خود وہاں تشریف لے گئے اس کی وجہ سے کچھ دیر کے لئے فتنہ مٹ گیا۔ لیکن تھوڑے عرصہ بعد قبائل نے پھر شہرارت شروع کی تو آپ نے ان کی سرکوبی کے لئے لشکر بھیجا۔ اس لشکر نے بہت سے قبائل کو سرزنش کی۔ اور بہتوں کو معاہدہ سے تابع کیا۔ پھر آپ کی وفات کے بعد اڑھائی سال کے عرصہ میں

سارا عرب اسلامی حکومت کے ماتحت آ گیا

ہی آدم سے لے کر اب تک ایسے گزرے ہیں جنہوں نے فرد واحد سے ترقی کی۔ تھوڑے سے عرصہ میں ہی سارے عرب کو تابع فرمان کر لیا۔ اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے ایک خلیفہ نے ایک بہت بڑی حکومت کو توڑ دیا۔ اور باقی علاقے آپ کے دوسرے خلیفہ نے فتح کر لئے۔

یہ تغیر جو واقع ہوا

خدا ہی تھا کسی انسان کا کام نہیں تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو آپ کے بعد حضرت ابو بکر خلیفہ ہوئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر مکہ میں پہنچی تو ایک مجلس میں حضرت ابو بکر کے والد ابو تحافہ بھی بیٹھے تھے۔ جب پیغامبر نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں تو سب لوگوں پر غم کی کیفیت طاری ہو گئی اور سب نے یہی سمجھا کہ اب ملکی حالات کے ماتحت اسلام پر اگندہ ہو جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے کہا اب کیا ہوگا۔ پیغامبر نے کہا آپ کی وفات کے بعد حکومت قائم ہو گئی ہے۔ اور ایک شخص کو خلیفہ بنا لیا گیا ہے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ کون خلیفہ مقرر ہوا ہے؟ پیغامبر نے کہا ابو بکر ابو تحافہ نے حیران ہو کر پوچھا کون ابو بکر؟ کیونکہ وہ اپنے خاندان کی حیثیت کو سمجھتے تھے اور اس حیثیت کے لحاظ سے وہ خیال بھی نہیں کر سکتے تھے کہ ان کے بیٹے کو سارا عرب بادشاہ تسلیم کر لے گا۔ پیغامبر نے کہا، ابو بکر جو فلاں قبیلہ سے ہے۔ ابو تحافہ نے کہا وہ کس خاندان سے ہے؟ پیغامبر نے کہا فلاں خاندان سے۔ اس پر ابو تحافہ نے دوبارہ دریافت کیا، وہ کس کا بیٹا ہے؟ پیغامبر نے کہا، ابو تحافہ کا بیٹا۔ اس پر ابو تحافہ نے دوبارہ کلمہ پڑھا اور کہا، آج مجھے یقین ہو گیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی تھے۔ ابو تحافہ پہلے صرف نام کے طور پر مسلمان تھے لیکن اس واقعہ کے بعد انہوں نے کچھ دل سے سمجھ لیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے میں راستباز تھے۔ کیونکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خاندانی حیثیت ایسی نہ تھی کہ سارے عرب سے آپ کو مان لینے یہ الہی دین تھی مگر بعد میں

ماربڈ (Morbid) ہو گئے اور ان کے دماغ بگڑ گئے۔ ان میں سے ہر قبیلہ نے یہ کوشش کی کہ وہ خلافت کو بزرگ حاصل کر لے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت ختم ہو گئی۔

پھر مسلمانوں کے بگڑنے کا دوسرا سبب انارکی تھی۔ اسلام نے سب میں مساوات کی رُوح قائم کی تھی۔ لیکن مسلمانوں نے یہ نہ سمجھا کہ مساوات پیدا کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ایک آرگنائزیشن ہو۔ اس کے بغیر مساوات قائم نہیں ہو سکتی۔ اسلام آیا ہی اس لئے تھا کہ وہ ایک آرگنائزیشن اور ڈسپلن قائم کرے مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی تھی کہ یہ ڈسپلن ظالمانہ نہ ہو۔ اور افراد اپنے نفسوں کو دبا کر رکھیں تاکہ قوم جیتے لیکن چند ہی سال میں مسلمانوں میں یہ سوال پیدا ہونا شروع ہو گیا کہ تم نے ہمارے ہیں اور اگر حکام نے ان کے راستے میں کوئی روک ڈالی تو انہوں نے انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔

پیدا ہو گئی تھیں۔ ایک یہ کہ وہ ماربڈ (Morbid) ہو گئے تھے یعنی ان نیچرل (Innatural) درناخوشگوار ہو گئے تھے۔ اور دوسرے ان کی ٹنڈنسز (Tendancies) انارکیکل (Anarchical) ہو گئی تھیں۔ میں نے سوچا کہ واقعہ میں۔ دونوں باتیں صحیح ہیں مسلمانوں نے یہ تباہی خود اپنے ہاتھوں مول لی تھی۔ ماربڈ (Morbid) کے لحاظ سے یہ تباہی اس لئے واقع ہوئی کہ جو ترقیات انہیں ملیں وہ اسلام کی خاطر ملی تھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ملی تھیں۔ ان کی ذاتی کمائی نہیں تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم میں پیدا ہوئے۔ اور مکہ والوں کی ایسی حالت تھی کہ لوگوں میں انہیں کوئی عزت حاصل نہیں تھی۔ لوگ صرف مجاہد سمجھے کہ ادب کیا کرتے تھے۔ اور جب وہ غیر قوموں میں جاتے تھے تو وہ بھی ان کی مجاہد یا زیادہ سے زیادہ تاجر سمجھے کہ عزت کرتی تھیں۔ وہ انہیں کوئی حکومت قرار نہیں دیتی تھیں۔ اور پھر ان کی حیثیت اتنی کمزور سمجھی جاتی تھی کہ دوسری حکومتیں ان سے جسبڑا ٹیکس وصول کرنا جائز سمجھتی تھیں۔ جیسے مین کے بادشاہ نے مکہ پر حملہ کیا۔ جس کا قرآن کریم نے اصحاب الفیل کے نام سے ذکر کیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو تیرہ سال تک آپ مکہ میں رہے۔ اس عرصہ میں چند سو آدمی آپ پر ایمان لائے۔ ۱۳ سال کے بعد آپ نے ہجرت کی۔ اور

بلکہ یہ حکومت عرب سے نکل کر دوسرے علاقوں میں بھی پھیلنے شروع ہوئی۔ فتح مکہ کے پانچ سال کے بعد ایرانی حکومت پر حملہ ہو گیا تھا۔ اور اس کے بعض علاقوں پر قبضہ بھی کر لیا گیا تھا۔ اور چند سالوں میں رومی سلطنت اور دوسری سب حکومتیں تباہ ہو گئی تھیں۔ اتنی بڑی فتح اور اتنے عظیم الشان تغیر کی مثال تاریخ میں اور نہیں ملتی تاریخ میں صرف نپولین کی ایک مثال ملتی ہے لیکن اس کے مقابلہ میں کوئی ایسی طاقت نہیں تھی جو تعداد اور قوت میں اس سے زیادہ ہو جرمین کا ملک تھا مگر وہ اس وقت ۴ چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھا۔ اس طرح اس کی تمام طاقت منتشر تھی۔ ایک مشہور امریکن پریزیڈنٹ سے کسی نے پوچھا کہ جرمین کے تعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ تو اس نے کہا ایک شیر ہے۔ دو تین لوٹھیں اور کچھ چوہے ہیں۔ شیر سے مراد رشینیا تھا۔ لوٹھ سے مراد دوسری حکومتیں اور چوہوں سے مراد جرمین تھے گویا جرمین اس وقت ٹکڑے ٹکڑے تھا۔ وہ سب ایک بڑی طاقت تھی۔ مگر وہ روس کے ساتھ ٹکرایا اور وہاں سے ناکام لوٹا۔ اس طرح انگلستان کو بھی فتح نہ کر سکا۔ اور انجام اس کا یہ ہوا کہ وہ قبضہ ہو گیا۔ پھر دوسرا بڑا شخص ہٹلر آیا۔ نانہ دو بڑے آدمی دو ملکوں میں ہوئے۔ ہٹلر اور موسولینی دونوں نے بے شک ترقیات حاصل کیں۔ لیکن دونوں کا انجام شکست ہوا۔ مسلمانوں میں سے جس نے یکدم بڑی حکومت حاصل کی وہ تیمور تھا۔ اس کی بھی یہی حالت تھی۔ وہ بے شک دنیا کے کناروں تک گیا لیکن وہ اپنے اس مقصد کو کہ ساری دنیا فتح کرے پورا نہ کر سکا۔ مثلاً وہ چین کو تابع کرنا چاہتا تھا۔ لیکن تابع نہ کر سکا۔ اور جب وہ مرنے لگا تو اس نے کہا میرے سامنے انسانوں کی بڑیوں کے ڈھیر ہیں جو مجھے طاقت کر رہے ہیں۔ پس صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

یہ وہ رُوح تھی جس نے مسلمانوں کو خراب کیا۔ انہیں یہ سمجھا چاہئے تھا کہ یہ حکومت الہیہ ہے اور اسے خدا تعالیٰ کے لئے قائم کیا ہے۔ اس لئے اسے خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہی رہنے دیا جائے تو بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ سورہ نور میں فرماتا ہے کہ خلیفہ تم بنائیں گے۔ لیکن مسلمانوں نے یہ سمجھ لیا کہ خلیفہ تم نے بنائے ہیں۔ اور جب انہوں نے یہ سمجھا کہ خلیفہ ہم نے بنائے ہیں تو خدا تعالیٰ نے کہا۔ اچھا اگر خلیفہ تم نے بنائے ہیں تو اب تم ہی بناؤ۔ چنانچہ ایک وقت تک تو وہ یہ لوں کا مارا ہوا شکار یعنی حضرت ابو بکر۔ حضرت عمر۔ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا مارا ہوا شکار کھاتے رہے۔ لیکن وہاں شکار ہمیشہ قائم نہیں رہتا۔ زندہ بکرا زندہ بکری زندہ مرغ اور زندہ مرغیاں تو ہمیشہ گوشت اور اندھے کھلاؤں گے لیکن ذبح کی ہوئی بکری یا مرغی زیادہ دیر تک نہیں جا سکتی۔ کچھ وقت کے بعد وہ خراب ہو جائے گی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسلمان تازہ گوشت کھاتے تھے۔ لیکن سبہ و توفی سے انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ چیز ہماری ہے اس طرح انہوں نے اپنی

یہ وہ رُوح تھی جس نے مسلمانوں کو خراب کیا۔ انہیں یہ سمجھا چاہئے تھا کہ یہ حکومت الہیہ ہے اور اسے خدا تعالیٰ کے لئے قائم کیا ہے۔ اس لئے اسے خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہی رہنے دیا جائے تو بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ سورہ نور میں فرماتا ہے کہ خلیفہ تم بنائیں گے۔ لیکن مسلمانوں نے یہ سمجھ لیا کہ خلیفہ ہم نے بنائے ہیں۔ اور جب انہوں نے یہ سمجھا کہ خلیفہ ہم نے بنائے ہیں تو خدا تعالیٰ نے کہا۔ اچھا اگر خلیفہ تم نے بنائے ہیں تو اب تم ہی بناؤ۔ چنانچہ ایک وقت تک تو وہ یہ لوں کا مارا ہوا شکار یعنی حضرت ابو بکر۔ حضرت عمر۔ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا مارا ہوا شکار کھاتے رہے۔ لیکن وہاں شکار ہمیشہ قائم نہیں رہتا۔ زندہ بکرا زندہ بکری زندہ مرغ اور زندہ مرغیاں تو ہمیشہ گوشت اور اندھے کھلاؤں گے لیکن ذبح کی ہوئی بکری یا مرغی زیادہ دیر تک نہیں جا سکتی۔ کچھ وقت کے بعد وہ خراب ہو جائے گی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسلمان تازہ گوشت کھاتے تھے۔ لیکن سبہ و توفی سے انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ چیز ہماری ہے اس طرح انہوں نے اپنی

ہجرت کے آٹھویں سال سارا عرب ایک نظام کے ماتحت آ گیا۔ اور اس کے بعد اسے ایک ایسی طاقت اور قوت حاصل ہو گئی کہ اس سے بڑی بڑی حکومتیں ڈرنے لگیں۔ اس وقت دنیا حکومت کے لحاظ سے دو بڑے حصوں میں تقسیم تھی۔ اول۔ رومی سلطنت۔ دوسرہ۔ ایرانی سلطنت۔ رومی سلطنت کے ماتحت مشرقی یورپ۔ ترکی۔ ایبے سینیا۔ یونان بھر

کہ انہوں نے یہ سمجھنا شروع کیا کہ یہ فتوحات ہم نے اپنی طاقت سے حاصل کی ہیں۔ کسی نے کہنا شروع کیا کہ عرب کی اصل طاقت نبو امیہ ہیں۔ اس لئے خلافت کا حق ان کا ہے۔ کسی نے کہا، بنو ہاشم عرب کی اصل طاقت ہیں۔ کسی نے کہا، بنو مطلب عرب کی اصل طاقت ہیں۔ کسی نے کہا، خلافت کے زیادہ مقدار انصار ہیں جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھروں میں جگہ دی۔ گویا تھوڑے ہی سالوں میں مسلمان

مسلمانوں کی ذہنیت ایسی بگڑ گئی کہ انہوں نے یہ سمجھنا شروع کیا کہ یہ فتوحات ہم نے اپنی طاقت سے حاصل کی ہیں۔ کسی نے کہنا شروع کیا کہ عرب کی اصل طاقت نبو امیہ ہیں۔ اس لئے خلافت کا حق ان کا ہے۔ کسی نے کہا، بنو ہاشم عرب کی اصل طاقت ہیں۔ کسی نے کہا، بنو مطلب عرب کی اصل طاقت ہیں۔ کسی نے کہا، خلافت کے زیادہ مقدار انصار ہیں جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھروں میں جگہ دی۔ گویا تھوڑے ہی سالوں میں مسلمان

کو ختم کر دیا۔ اور مرغیاں اور بکریاں مردہ ہو گئیں آخر تم ایک ذبح کی ہوئی بکری کو کھانے لگا لو گے۔ ایک بکری میں دس بارہ بیر یا پیس تیس بیر گوشت ہوگا۔ اور آخر وہ ختم ہو جائے گا۔ پس وہ بکریاں مردہ ہو گئیں۔ اور مسلمانوں نے کھانی کر انہیں ختم کر دیا۔ پھر وہی حال ہوا کہ "ہتھ پرانے کھونستے بسنے ہو رہی آئے" وہ ہر جگہ ذیل ہونے شروع ہوئے۔ انہیں باری پڑیں اور خدا تعالیٰ کا غضب ان پر نازل ہوا۔

زندگی کی رُوح

مقامِ خلافت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی نظر میں

”امام اور داؤد کا خلیفہ ہونا میں نے پہلے بیان کیا۔ اور پھر اپنی سرکار کے خلیفہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا۔ اور یہ بھی بتایا کہ جس طرح ابو بکر رضی اللہ عنہما خلیفہ ہوئے رضی اللہ عنہما، اسی طرح خدا تعالیٰ نے مجھے مرزا صاحب کے بعد خلیفہ کیا۔۔۔۔۔ پس جب خلیفہ بنانا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے تو کسی اور کی کیا طاقت ہے کہ اس کے کام میں روک ڈالے۔۔۔۔۔ خلافت کیسری کی دوکان کا سوڈا واٹر نہیں۔ تم اس کیسری سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنا دیا ہے اور نہ میری زندگی میں کوئی اور بن سکتا ہے۔ میں جب مرجاؤں گا تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہے گا۔ اور خدا اس کو آپ کھڑا کر دے گا۔“

تم نے میرے ہاتھوں پر اقرار کئے ہیں تم خلافت کا نام لے کر مجھے خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے۔ اور اب نہ تمہارے کہنے سے معزول ہو سکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ معزول کرے۔۔۔۔۔ میری دعائیں عرض میں بھی سنی جاتی ہیں۔ میرا مونا میرے کام میری دعا سے بھی پہلے کر دیتا ہے۔ میرے ساتھ لڑائی کرنا خدا سے لڑائی کرنا ہے تم ایسی باتوں کو چھوڑو اور توبہ کر لو۔۔۔۔۔ کبھی کبھی مجھے ان حالتوں کو دیکھ کر بددعا کا جوش آتا ہے۔ مگر رحم سے کام لیتا ہوں۔ توبہ کر لو ہمارے زندگی میں چھوڑو ٹھوڑے صبر کرو۔ پھر جو تیجھے آئے گا اللہ تعالیٰ جیسا چاہے گا وہ تم سے معاملہ کرے گا۔۔۔۔۔ جو حضرت صاحب کے فیصلہ کے خلاف کرتا ہے وہ احمدی نہیں۔ جن پر حضرت صاحب نے گفتگو نہیں کی ان پر بولنے کا تمہیں خود کوئی حق نہیں، جب تک ہمارے دربار سے تم کو اجازت نہ ملے۔ پس جب تک خلیفہ نہیں بولتا یا خلیفہ دنیا میں نہیں آتا ان پر رائے زنی نہ کرو۔“ (بدر ۱۱ جولائی ۱۹۱۳ء صفحہ ۴، ۵)

”اللہ تعالیٰ کی مشیت نے چاہا اور اپنے مصالح سے چاہا کہ مجھے تمہارا امام و خلیفہ بنا دیا۔ اور جو تمہارے خیال میں حقدار تھے ان کو بھی میرے سامنے ٹھکایا دیا۔ اب تم اعتراض کرنے والے کون ہو۔ اگر اعتراض ہے تو جاؤ خدا پر اعتراض کرو۔ مگر اس گستاخی اور بے ادبی کے نتیجہ سے بھی آگاہ رہو۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے جس کو حقدار سمجھا خلیفہ بنا دیا۔ جو اس کی مخالفت کرتا ہے وہ جھوٹا اور فاسق ہے۔ فرشتے بن کر اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرو۔ ابلیس نہ بنو۔“ (بدر ۴ جولائی ۱۹۱۳ء صفحہ ۷)

اسی طرح خلیفہ مقرر کریں گے جس طرح ہم نے پہلوں کو خلیفہ مقرر کیا اور پھر اس قسم کے خلیفہ مقرر کریں گے جن کا اثر تمام دنیا پر ہوگا۔ پس

اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کو یاد رکھو

اور خلافت کے استحکام اور قیام کے لئے ہمیشہ کوشش کرتے رہو۔ تم جو اللہ ہو تمہارا حوصلہ بلند ہونے پائیں۔ تمہاری عقیدتیں تیز ہونی چاہئیں۔ تاکہ تم اس شستی کو ڈوبنے اور غرق نہ ہونے دو۔ تم وہ زبان نہ بنو جو دنیا کے رُخ کو پھیر دیتی ہے۔ بلکہ تمہارا یہ کام ہے کہ تم وہ چینل (Channel) بن جاؤ جو پانی کو آسانی سے گدھا ڈالے۔ تم ایک مثل ہو جس کا یہ کام ہے کہ وہ فیضانِ الہی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حاصل ہوا ہے تم اسے آگے چلاتے چلے جاؤ۔ اگر تم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے تو تم ایک ایسی قوم بن جاؤ گے جو کبھی نہیں مرے گی۔ اور اگر تم اس فیضانِ الہی کے رستے میں روک بن کر کھڑے ہو گے اور نہ اپنی ذاتی خواہشات کے ماتحت اسے اپنے دوستوں۔ رشتہ داروں اور قریبیوں کے لئے مخصوص کرنا چاہا تو یہاں رکھو وہ تمہاری قوم کی تباہی کا وقت ہوگا۔ پھر تمہاری عمر کبھی لمبی نہیں ہوگی۔ اور تم اس طرح مرجاؤ گے جس طرح پہلی قومیں مریں۔ لیکن قرآن کریم یہ بتاتا ہے کہ

قوم کی ترقی کا راستہ

بند نہیں۔ انسان بے شک دنیا میں ہمیشہ زندہ نہیں رہتا۔ لیکن تو میں زندہ رہ سکتی ہیں۔ پس جو آگے بڑھے گا وہ انعام لے جائے گا۔ اور جو آگے نہیں بڑھتا وہ اپنی موت آپ مرتا ہے۔ اور جو شخص خود کشی کرتا ہے اسے کوئی دوسرا بچا نہیں سکتا۔

مکرم راجہ نذیر احمد صاحب ظفر

نظامِ خلافت

ہے عہدِ خدا اہتمامِ خلافت ہے بعد از نبوت مقامِ خلافت علامتِ پریشانی بزمِ عیسیٰ اگر ہے تو وہ ہے نظامِ خلافت

عیسائیوں نے تو اپنی مردہ خلافت کو آج تک سنبھالا ہوا ہے۔ لیکن ان بدبختوں نے زندہ خلافت کو اپنے ہاتھوں کاڑ دیا اور یہ محض عارضی خواہشات دنیوی ترقیات کی تمنا اور وقتی جوشوں کا نتیجہ تھا۔ خدا تعالیٰ نے جو وعدے پہلے مسلمانوں سے کئے تھے وہ وعدے اب بھی ہیں۔ اس نے جب وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فرمایا۔ تو الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ فرمایا۔ حضرت ابو بکرؓ سے نہیں فرمایا۔ حضرت عمرؓ سے نہیں فرمایا۔ حضرت عثمانؓ سے نہیں فرمایا۔ حضرت علیؓ سے نہیں فرمایا۔ پھر اس کا کہیں ذکر نہیں کہ خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ صرف پہلے مسلمانوں سے کیا تھا یا پہلی صدی کے مسلمانوں سے کیا تھا۔ یا دوسری صدی کے مسلمانوں سے کیا تھا۔ بلکہ یہ وعدہ ہمارے مسلمانوں سے ہے۔ چاہے وہ آج سے پہلے ہوئے ہوں یا ۲۰۰ یا ۴۰۰ سال کے بعد آئیں۔ وہ جب بھی اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ کے مسدق ہو جائیں گے وہ اپنی نفسانی خواہشات کو مار دیں گے وہ اسلام کی ترقی کو اپنا عمل مقصد بنا لیں گے۔ شخصیات۔ جماعتیں۔ پارٹیوں۔ جھڑوں۔ شہروں اور ملکوں کو جھٹول جائیں گے، تو ان کے لئے

خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ

تاقم رہے گا کہ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں سے چاہے وہ عرب کے ہوں یا عراق کے ہوں۔ شام کے ہوں۔ مصر کے ہوں۔ یورپ کے ہوں۔ ایشیا کے ہوں۔ امریکہ کے ہوں۔ جزائر کے ہوں۔ افریقہ کے ہوں کیا ہے۔ کہ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ وہ انہیں اس دنیا میں اپنا نائب اور قائم مقام مقرر کرے گا۔ اب اس دنیا میں شام۔ عرب اور نائیجیریا۔ کینیا۔ ہندوستان۔ چین اور انڈونیشیا ہی شامل نہیں بلکہ اور ممالک بھی ہیں۔ پس اس سے مراد دنیا کے سب ممالک ہیں۔ گویا وہ موعود خلافت ساری دنیا کے لئے ہے۔ فرماتا ہے وہ تمہیں ساری دنیا میں خلیفہ مقرر کرے گا۔ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ، اسی طرح جس طرح اس نے پہلے لوگوں کو خلیفہ مقرر کیا۔ اس آیت میں پہلے لوگوں کا مشابہت ارض میں نہیں بلکہ استخلاف میں ہے۔ گویا فرمایا ہم انہیں

اسلام میں خلافت کا نظام

وَقَمَّ شَرُّ مَوْلَىٰ سَيِّدِي حَضْرَتِ مِرْزَا اَبِي اَحْمَدِ ضَا اِيْم . لَعَزَى اللّٰهُ عَنَّا

خلافت کا مضمون موٹے طور پر مندرجہ ذیل شاخوں میں تقسیم شدہ ہے۔
 (۱) خلافت کی تعریف (۲) خلافت کی ضرورت (۳) خلافت کا قیام (۴) خلافت کی علامات (۵) خلافت کے اختیارات (۶) خلافت سے عزل کا سوال اور (۷) خلافت کا زمانہ۔ میں ان سب کے متعلق مختصر فقرات میں جواب دینے کی کوشش کر دوں گا۔ واللہ الموفق والمستعان۔
خلافت کی تعریف

اسے خدا تعالیٰ خلفاء کے ذریعہ اس حد تک مکمل کو پہنچانے کا انتظام فرماتا ہے کہ وہ ابتدائی خطرات سے محفوظ ہو کر ایک مضبوط پودے کی صورت اختیار کرے۔ اس سے ظاہر ہے کہ خلافت کا نظام دراصل نبوت کے نظام کی فرع اور اس کا کتمہ ہے۔ اسی لئے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم حدیث میں فرماتے ہیں کہ ہر نبوت کے بعد خلافت کا نظام قائم ہوتا ہے۔

خلافت کا قیام

چونکہ خلافت کا نظام نبوت کے نظام کی فرع اور اس کا کتمہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے قیام کو نبوت کی طرح اپنے ہاتھ میں رکھا ہے تاکہ خدا کے علم میں جو شخص بھی حاضر اوقت لوگوں میں سے اس بوجھ کو اٹھانے کے لئے سب سے زیادہ نوزوں ہو وہی مسند خلافت پر متمکن ہو سکے۔

البتہ چونکہ نبی کی بعثت کے بعد مومنوں کی ایک جماعت وجود میں آچکی ہوتی ہے اور وہ نبوت کے فیض سے تربیت یافتہ بھی ہوتی ہے اس لئے خدا تعالیٰ خلافت کے انتخاب میں مومنوں کو بھی حصہ دار بنا دیتا ہے۔ تاکہ وہ اس کی اطاعت بجالانے اور اس کے ساتھ تعاون کرنے میں زیادہ مشرک صدر محسوس کریں۔ اس طرح خلیفہ کا انتخاب ایک عجیب و غریب مخلوط قسم کا رنگ رکھتا ہے کہ نظام مومن انتخاب کرتے ہیں مگر حقیقتہً خدا کی تقدیر پوری ہوتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ مومنوں کے دلوں پر تصرف فرما کر ان کی رائے کو اہل شخص کی طرف مائل کر دیتا ہے۔ اسی لئے قرآن شریف میں ہر جگہ خلفاء کے تقرر کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے اور بار بار فرمایا ہے کہ تمہیں میں بنانا ہوں۔ اور اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ابو بکر کی خلافت کے متعلق حدیث میں فرماتے ہیں کہ میرے بعد خدا اور مومنوں کی جماعت ابو بکر کے سوا کسی اور شخص کی خلافت پر راضی نہیں ہوں گے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی رسالہ الوصییت میں یہی نکتہ بیان فرمایا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خدا تعالیٰ نے خود حضرت ابو بکر کو کھڑا کر کے مسلمانوں کی گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیا۔ اور حضرت ابو بکر کی مثال پر خود اپنے متعلق بھی فرماتے ہیں کہ میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو خدا کی دوسری قدرت کا

سب سے اول نمبر پر خلافت کی تعریف کا سوال ہے۔ یعنی کہ خلافت سے مراد کیا ہے۔ اور نظام خلافت کس چیز کا نام ہے؟ سو جاننا چاہیے کہ خلافت ایک عربی لفظ ہے جس کے لغوی معنی کسی کے پیچھے نسنے یا کسی کا قائم مقام بننے یا کسی کا نائب ہو کر اس کی نیابت کے فرائض سرانجام دینے کے ہیں۔ اور اصطلاحی طور پر خلیفہ کا لفظ مومنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اول وہ ربانی مصلح جو ذرا کی طرف سے دنیا میں کسی اصلاحی کام کے لئے مامور ہو کر مبعوث کیا جاتا ہے۔ پھر اس میں تمام انبیاء اور رسول خلیفہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے نائب ہونے کا حیثیت میں قائم کرتے ہیں اور انہی مومنوں میں قرآن شریف نے حضرت آدم اور حضرت واوڈ کو خلیفہ نام کے نام سے یاد کیا ہے۔ ورحم وہ برگزیدہ شخص جو کسی نبی یا روحانی مصلح کی وفات کے بعد اس کے کام کی تکمیل کے لئے اس کا قائم مقام اور اس کی جماعت کا امام بنتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما خلیفہ بنے۔

خلافت کی ضرورت

دوسرا سوال خاندان کی ضرورت کا ہے یعنی نظام خلافت کی ضرورت کس غرض سے پیش آتی ہے؟ سو اس کے متعلق جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا کام حکمت و ودانائی کے ماتحت ہوتا ہے۔ چونکہ اس کے قانون طبعی کے ماتحت انسان کا وجود ہے لیکن اصلاح کا کام لمبے زمانہ کی تکرار اور تربیت چاہتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے نبوت کے بعد خلافت کا نظام مقرر فرمایا ہے تاکہ نبی کی وفات کے بعد خلفاء کے ذریعہ اس کے کام کی تکمیل ہو سکے۔ گویا جو شخص نبی کے ذریعہ بویا جاتا ہے

ظہر ہوں گے۔ ان حوالوں سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ گو نظام خلافت کے تقرر میں مومنوں کی رائے کا بھی دخل ہوتا ہے۔ لیکن حقیقتہً تقدیر خدا کی چلتی ہے۔

خلافت کی علامات

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ خلافت کی علامات کیا ہیں جس سے ایک بچے خلیفہ کو شناخت کیا جاسکے؟ سو جاننا چاہیے کہ جیسا کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خلیفہ برحق کی دو بڑی علامتیں ہیں۔ ایک علامت وہ ہے جو سورہ نور کی آیت استخفاف میں بیان کی گئی ہے یعنی

لَيَمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۗ يَعْبُدُونَنِي وَلَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا .

یعنی ”بچے خلفاء کے ذریعہ خدا تعالیٰ دین کی مضبوطی کا سامان پیدا کرتا ہے۔ اور مومنوں کی خوف کی حالت کو امن سے بدل دیتا ہے۔ یہ خلفاء صرف میری ہی عبادت کرتے ہیں اور میرے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہیں ٹھہراتے۔“ پس جس طرح ہر درخت اپنے ظاہری پھل سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح نبی خلیفہ اپنے اس روحانی پھل سے پہچانا جاتا ہے جس کی ذلت کے ساتھ اول سے نفاذ ہوتا ہے۔ دوسری علامت حدیث میں بیان کی گئی ہے جو یہ ہے کہ استثنائی حالات کو چھوڑ کر ہر خلیفہ کا انتخاب مومنوں کی اقسام رائے یا اکثریت رائے سے ہونا چاہیے۔ کیونکہ گو حقیقتہً تقدیر خدا کی چلتی ہے مگر خدا نے اپنی حکیمانہ تدبیر کے ماتحت خلفاء کے تقرر میں بظاہر مومنوں کی رائے کا بھی دخل رکھا ہوا ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر کی خلافت کے تعلق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

يُدْفَعُ اللَّهُ وَيَأْتِي الْمُؤْمِنُونَ

یعنی نہ تو خدائی تقدیر ابو بکر کے سوا کسی اور کو خلیفہ بننے دے گی اور نہ ہی مومنوں کی جماعت کسی اور کی خلافت پر راضی ہوگی۔ پس ہر خلیفہ برحق کی یہ دوسری علامت ہے کہ (۱) وہ مومنوں کے انتخاب سے قائم ہو اور (۲) خدا تعالیٰ نے اپنے نفل سے اس کی نصرت اور تائید میں کھڑا ہو جائے اور اس کے ذریعہ دین کو مکنت پہنچے۔ اس کے سوا بعض اور علامتیں

بھی ہیں۔ مگر اس جگہ اس تفصیل کی گنجائش نہیں۔

خلافت کی برکات

جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے خلافت کا نظام ایک بہت ہی مبارک نظام ہے جس کے ایسے آفتاب نبوت کے ظاہری غروب کے بعد اللہ تعالیٰ ماہتاب نبوت کے طلوع کا انتظام فرماتا ہے۔ اور اہل جماعت کو اس دھکے کے اثرات سے بچا لیتا ہے۔ جو نبی کی وفات کے بعد نوزائیدہ جماعت پر ایک بھاری مصیبت کے طور پر وارد ہوتا ہے۔ نبی کا کام جیسا کہ قرآن شریف کے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے تبلیغ ہدایت کے ساتھ مومنوں کی جماعت کی دینی تعلیم ان کی روحانی و اخلاقی تربیت اور ان کی تنظیم سے تعلق رکھتا ہے اور یہ سارے کام نبی کی وفات کے بعد خلیفہ وقت کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں جس کا وجود جماعت کو انتشار سے بچا کر انہیں ایک مضبوط لڑائی میں پڑنے دیتا ہے۔ علاوہ ازیں نبی کا وجود جماعت کے لئے محبت اور خلاص کے تعلقات کا روحانی مرکز ہوتا ہے جس کے ذریعہ وہ اتحاد اور یکجہتی اور باہمی تعاون کا زرین سبق دیکھتے ہیں اور خلیفہ کا وجود اس دوسرے وفا کو جاری اور تازہ رکھنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے وجود کو جو ایک ہاتھ پر جمع ہونے کی وجہ سے خلیفہ کے وجود کے ساتھ لازم و ملزوم ہے، ایک بہت بڑی نعمت قرار دیا ہے۔ اور اسے انتہائی اہمیت دی ہے۔ اور جماعت میں انتشار پیدا کرنے والے پر لعنت بھیجی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں

مَنْ شَدَّ شَدَّ فِي السَّارِ

یعنی جو شخص جماعت سے کٹتا اور اس کے اندر تفرق پیدا کرتا ہے وہ اپنے لئے آگ کا رستہ کھولتا ہے۔ اور دوسری جگہ فرماتے ہیں

عَلَيْكَ كَمُرٌ مَّسْتَمْتِي وَ مَسْمُوتِي

الْخُلَفَاءُ السَّمَدِيَّةِينَ

یعنی اسے مسلمانوں پر تمام دینی امور میں میری سنت پر عمل کرنا اور میرے بعد میرے خلفاء کے زمانہ میں ان کی سنت پر عمل کرنا بھی واجب ہوگا کیونکہ وہ خدا کی طرف سے ہدایت یافتہ ہوں گے۔ پس خلافت کا نظام ایک نہایت ہی مبارک نظام ہے جس کے ذریعہ جماعتی اتحاد اور مرکزیت کے علاوہ جس کی ہر نوزائیدہ جماعت کو بھاری ضرورت ہوتی ہے۔ نبوت کا نور جماعت کے سر پر سیلوہ افروز رہتا ہے۔ اور یہ ایک بہت بڑی نعمت اور بہت بڑی برکت ہے۔

خلافت کے اختیارات

اگلا سوال خلافت کے اختیارات سے تعلق رکھتا ہے۔ اس سوال کے جواب کو سمجھنے کے لئے بنیادی نکتہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ خلافت ایک روحانی نظام ہے۔ جس میں حکومت کا حق اوپر سے نیچے کو آتا ہے۔ اور چونکہ خلافت کا نظام

نبوت کے نظام کی فرع ہے۔ اور دوسری طرف شریعت ہمیشہ کے لئے مکمل ہو چکی ہے اس لئے جس طرح شریعت کے حدود کے اندر اندر نبوت کے اختیار وسیع ہیں اسی طرح شریعت و سنت نبوت کی حدود کے اندر اندر خلافت کے اختیارات بھی وسیع ہیں۔ یعنی ایک خلیفہ اسلامی شریعت کی حدود کے اندر اندر اور اپنے نئے متبوع کی سنت کے تابع رہتے ہوئے اپنی جماعت کے نظم و نسق میں وسیع اختیارات رکھتا ہے۔ موجودہ زمانہ کے جمہوریت زدہ نوجوان اس بات پر حیران ہوتے ہیں کہ ایک واحد شخص کے اختیارات کو اتنی وسعت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن انہیں سوچنا چاہیے کہ اول تو خلافت کسی جمہوری اور دنیوی نظام کا حصہ نہیں بلکہ روحانی اور دینی نظام کا حصہ ہے جس کا حق خدا تعالیٰ کے ازل ہی سے کا حصہ بن کر اُس پر سے نیچے کو آتا ہے۔ اور خدا کا سایہ خلفاء کے سر پر رہتا ہے۔ دوسرے جب ایک خلیفہ کے لئے شریعت کی اتنی حدود معین ہیں اور نئی متبوع کی سنت کی چار دیواری بھی موجود ہے تو ان شمس قیود کے ماتحت اس کے اختیارات کی وسعت پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ نبی کے بعد خلیفہ کا وجود یقیناً ایک نبوت اور رحمت ہے اور رحمت کی وسعت بہر حال برکت کا موجب ہوتی ہے نہ کہ اعتراض کا۔ بایں ہمہ اسلام یہ ہدایت دیتا ہے کہ چونکہ خلیفہ کے انتخاب میں بظاہر لوگوں کی رائے کا بھی دخل ہوتا ہے۔ اس لئے اُسے تمام اہم امور میں مومنوں کے مشورہ سے کام کرنا چاہیے۔ بے شک وہ اس بات کا پابند نہیں کہ لوگوں کے مشورہ کو ہر صورت میں قبول کرے لیکن وہ مشورہ حاصل کرنے کا ضرور پابند ہے۔ تاکہ اس طرح ایک طرف تو جماعت میں ملی اور دینی سیاست کی تربیت کا کام جاری رہے اور دوسری طرف عام کاموں میں مشورہ قبول کرنے سے جماعت میں زیادہ بشاشت کی کیفیت پیدا ہو۔ لیکن خاص حالات میں وَ اِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلٰی اللّٰهِ كَمَا مَقَامٌ مَّحِي قَائِمٌ رَّحِمٌ۔ یہ ایک بہت لطیف فلسفہ ہے۔ وَلٰكِنْ تَلْبِسُ مَا يَتَفَكَّرُونَ۔

خلافتِ عزل کا سوال

جن لوگوں نے خلافت کے مقام کو نہیں سمجھا۔ وہ بعض اوقات اپنی نادانی سے خلیفہ کے عزل کے سوال میں الجھنے لگتے ہیں۔ وہ دنیا کے جمہوری نظاموں کی طرح خلافت کو بھی ایک دنیوی نظام خیال کر کے حسب ضرورت خلیفہ کے عزل کا رستہ تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ایک انتہا درجہ کی جہالت کا خیال ہے۔ جو خلافت کے حقیقی مقام کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ یہ ہے کہ جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے۔ خلافت ایک روحانی نظام ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے خاص تصرف کے ماتحت نبوت کے تتمہ اور تکملہ کے طور پر قائم کیا

جاتا ہے اور گو اس میں مصلحت الہی سے بظاہر لوگوں کی رائے کا بھی دخل ہوتا ہے۔ مگر حقیقتاً وہ خدا تعالیٰ کی خاص تقدیر کے ماتحت قائم ہوتا ہے۔ اور پھر وہ ایک اعلیٰ درجہ کا الہی انعام بھی ہے۔ پس اس کے متعلق کسی صورت میں عزل کا سوال پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے حضرت عثمانؓ کی خلافت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ "خدا تجھے ایک قمیص پہنائے گا۔ مگر منافق لوگ اُسے اُتارنا چاہیں گے لیکن تم اُسے ہرگز نہ اُتارنا۔" اس

مختصر ارشاد میں خلافت کے بابرکت قیام اور عزل کی ناپاک تحریک کا سارا فلسفہ آجاتا ہے۔ پھر نادان لوگ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اگر باوجود اس کے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اس کے عزل کا سوال اٹھ سکتا ہے تو پھر تمہارا خدا ایک نبی کے عزل کا سوال کیوں نہیں اٹھ سکتا؟ پس سخی یہی ہے کہ خلفاء کے عزل کا سوال بالکل خارج از بحث ہے۔ اور انبیاء کی طرح ان کے مزعموم عزل کی ایک ہی صورت ہے کہ خدا انہیں موت کے ذریعہ دنیا سے اٹھالے۔ خوب یاد رکھو کہ خلافت کے عزل کا سوالی خلافت کے قیام کی فرع ہے نہ کہ ایک مستقل سوال۔ پس اگر حقیقت ہے کہ خلیفہ خدا جانتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں اس نے بار بار اعلان فرمایا ہے اور جیسا کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے معاملہ میں صراحت فرمائی ہے تو عزل کا سوال کس سچے مومن کے دل میں ایک لمحہ کے لئے بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسلام تو اس ضبط و نظم کا مذہب ہے کہ اس کے دنیوی حکمرانوں کے متعلق بھی جو محض لوگوں کی رائے سے یا درتہ کی صورت میں قائم ہوتے ہیں تعلیم دی ہے کہ ان کے خلاف سر اٹھانے اور ان کے عزل کی کوشش کرنے کے درپے نہ ہو۔ اِلَّا اَنْ تَسْرُوْا كُفْرًا تَبُوْا حَسًا۔ دوسرے اس کے کہ تم ان کے رویہ میں خدائی قانون کی صریح بنیاد پاؤ، تو کیا وہ خدا کے بنائے ہوئے خلفاء اور نبی کے مقدس جانشینوں کے متعلق عزل کی اجازت دے سکتا ہے؟

خلافت کا زمانہ

بالآخر اس بحث میں خلافت کے زمانہ کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ جس کا جواب ہے کہ جب خلافت خدا کا ایک انعام ہے اور وہ نبوت کے کام کی تکمیل کے لئے آئی ہے تو لازماً اس کے قیام کی دو ہی شرطیں بھی جائیں گی۔ اول یہ کہ خدا سے حکیم و عظیم کے علم میں مومنوں کی جماعت میں اس کی اہلیت رکھنے والے لوگ موجود ہوں۔ اور

دوسرے یہ کہ نبوت کے کام کی تکمیل کے لئے اس کی ضرورت باقی ہو۔ اور چونکہ یہ دونوں باتیں خدا تعالیٰ کے مخصوص علم سے تعلق رکھتی ہیں اس لئے کسی دور میں خلافت کے زمانہ کا علم بھی صرف خدا کو ہی ہو سکتا ہے۔ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نبوت کے متعلق فرماتا ہے

اللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ۔

یعنی اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کس کے سپرد کرے گا؟ اور چونکہ خلافت کا نظام بھی نبوت کے نظام کی فرع ہے اس لئے اس کے لئے بھی یہی قانون نافذ سمجھا جائے گا جو اس لطیف آیت میں نبوت کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ اب چونکہ حَيْثُ کا لفظ جو اس آیت میں رکھا گیا ہے، عربی زبان میں طرف مکان اور طرف زمان دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے اس آیت کے مکمل معنی یہ نہیں گئے کہ اللہ تعالیٰ ہی ان بات کو بہتر جانتا ہے کہ نبوت اور اس کی امتیاع میں خلافت پر کسی شخص کو فائز

کرے۔ اور پھر کس عرصہ تک۔ کے لئے اس انعام کو جاری رکھے؟ پس جب تک کسی الہی جماعت میں خلافت کی اہلیت رکھنے والے لوگ موجود رہیں گے۔ اور پھر جب تک خدا کے علم میں کسی الہی جماعت کے لئے نبوت کے کام کی تکمیل اور اس کی تخم ریزی کے نشوونما کی ضرورت باقی رہے گی۔ خلافت کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اور اگر کسی وقت ظاہری اور تنظیمی خلافت کا دور دے گا تو اس کے مقابل پر اسلام کی خدمت کے لئے روحانی خلافت کا دور ابھر آئے گا۔ اور اس طرح انشاء اللہ اسلام کے باغ پر کبھی دائمی خسراں کا غلبہ نہیں ہوگا۔ وَ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ

خاکسار

راقم

مرزا بشیر احمد - ربوہ

۲۷ - ۲ - ۵۲

بقائے عزتِ انساں خلافت کی بقا پر ہے

انہما مکرمہ جناب چودھری عبدالسلام صاحب اختر ایمر۔ نے

نہ بھین مدعا پر ہے نہ شان ارتقا پر ہے

بقائے عزتِ انساں خلافت کی بقا پر ہے

خلافت کشتیِ ملت کی اُمیدوں کا یارا ہے

جو سچ پوچھو تو یہ ملت کا اک واحد سہارا ہے

نہ جب تک کارواں میں ہو امام کارواں کوئی

نہیں ہوتا کسی کا اس جہاں میں پاسباں کوئی

کلی جب شاخِ گل پر ہو تو کھل کر پھول ہوتی ہے

ہو جوڑے سے ربط قائم تو دعائے مقبول ہوتی ہے

پیرا گندہ اگر ہو اتشرا ایساں کی چنگاری

"نہ تیری ضربت، کاری۔ نہ میری ضربت، کاری"

نہ ہو گے ربط باہم۔ انجمن اس کو نہیں کہتے

کہیں گل ہو کہیں لالہ۔ چسمن اس کو نہیں کہتے

خلافت کیا ہے خود نور خدا کا جلوہ گر ہونا

بشر کا بزمِ موجودات میں خیر البشر ہونا



از محترم مولانا ابوالعطار صاحب ماضی

نبوت اور خلافت کی حقیقت

خدائی بادشاہت کی دو بھیلیاں اور روحانی گاڑی کے دو پہیے

نبی کی بعثت اور مہمانِ مخالفت

جب دنیا ظلمت کہہ بن جاتی ہے اور اور انسانی قلوب تیرہ دھار یک ہو جاتے ہیں تب اللہ تعالیٰ دنیا کو لقمہ نور بنانے اور انسانوں کے دلوں کو منور کرنے کے لئے آفتابِ حقیقت یعنی اپنے کسی برگزیدہ نبی اور رسول کو بعثت فرماتا ہے۔ نبی کی آمد سے انسانی بھیم میں ایک سہماں پیدا ہو جاتا ہے اور عام لوگ اس کی مخالفت پر مکرستہ ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے نور کو منہ کی چھوٹوں سے بھیلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مدعیانِ علم اپنے علوم کے باعث مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور دیوبی رجحان اور فاضلانی عظمت کے پرستار اپنے غرور کے باعث نبی کے وجود کے درپے آزاد ہو جاتے ہیں۔ بہر حال ایک زبردست عقوفان برپا ہو جاتا ہے اور ایک معرکہ حق و باطل قائم ہوتا ہے۔

اولیٰ مومنوں کا مائدہ چہانِ ایمان

آسمانی انوار کی شعاعیں مستغرق قلوب تک پہنچتی ہیں۔ اور یہاں اور وہاں ایسے روحانی انسان کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنا سب کچھ خدا کے فرستادہ کے ستم کے لئے قربان کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اولیٰ صحابہ ایک خاص فرزانی، ایک غیر معمولی مجاہد اور ایک بے مثال بصیرت کے بعد یہ قدم اٹھاتے ہیں۔ وہ یقیناً دنیوی ذوق سے لبریز دلوں کے ساتھ نبی کی طرف بڑھتے ہیں اور اس کے درست حق پرست پر بیعت کرتے ہیں اور اپنی آنکھوں سے آسمانی نوروں کو زیادہ دیکھتے ہیں۔ بلکہ خود مہبطِ انوار بن جاتے ہیں۔ اس لئے وہ یقیناً ایک جہان ہوتے ہیں جہاں پر مخالفت کی سب لہریں پائش پائش ہو جاتی ہیں اور خشک و شہدات و صومیس کی طرح اڑ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی کامیابیت دیتا ہے اور انہیں اپنے انضام و برکات سے غیر معمولی طور پر نوازتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے آئندہ بننے والے نفع و روحانی کی ابتدائی بنیاد ہوتے ہیں اور انہیں کشت و روحانی کی اولیٰ پیروی ہونے کا شرف اور محض سونے وہ اطفال اللہ ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے کلام کے شیریں دودھ اور آبِ حیات سے نبی اپنی انور شدت

میں یہ بدوش کرتے ہیں۔

نبی کا انتخاب اور انسانی نظریں

نبی پہلے وہ نہیں ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو نصرت پر اسے امتیاز یقین ہوتا ہے کہ وہ اکیلا ساری دنیا سے نکلنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے جبکہ وہ اپنے سامنے کی دنیا کے عقاید کے خلاف، اس کے رسوم و رواج کے خلاف اس کے تمدن اور اس کی سیاست کے خلاف نئے عقاید نئے سنسن و طریق، نیا تمدن اور نیا طرز زندگی پیش کرتا ہے۔ نبی کا انتخاب کسی انسان کی مرضی یا اس کی رائے سے نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ خود نبی کی اپنی رضامندی یا مرضی کا بھی اس میں دخل نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ انتخاب مخلص خدائی انتخاب ہوتا ہے۔ اس زمانہ کے لوگ ہزار کہتے رہیں کہ یہ شخص تو نبی بننے کا اہل نہیں تھا اس میں تو فلاں فلاں غامی بائی جاتی ہے اس کا ملک اور اس کی بستی تو اس قابل نہ تھی کہ اس علاقے اور اس گاؤں سے کوئی فرستادہ پیدا ہو۔ مگر لوگ ہزار نکتہ چینی کریں اور اس نبی کو ہزار بار نااہل قرار دیتے رہیں ان کی سب باتیں پر کاہ کے برابر بھی وزن نہیں رکھتیں اور ان کی نکتہ حسناں صداقت کے پھیلنے میں روک نہیں بن سکتیں

شمعِ حق کے پروانے

یہ انتخاب سراسر خدائی انتخاب ہوتا ہے اس لئے مشیتِ ایزدی اپنا کام کرتی رہتی ہے اور سچے طالبانِ حق ایک ایک دودھ کر کے اور پھر ہمارے ان کی صورت میں شمعِ حق کے گرد پروانہ دار جمع ہوتے جاتے ہیں اور زیادہ دیر نہیں گزرتی کہ وہ مامورِ ربانی جو ابھی چند ماہ یا چند سال قبل یکہ دنیا اس مشن کو لے کر کھڑا ہوا تھا وہ اتنا پیشہ اور جاں فرشتوں کی ایک بڑی جماعت کے درمیان کھڑا دکھائی دیتا ہے جو اس کی آواز پر لبیک کہتے اور اس کے حکم کی تعمیل کرنا اپنی انتہائی مسرت یقین کرتے ہیں اور اس کے پسینہ کی جگہ خون بہانا محض جانتے ہیں۔ مقدس برگزیدہ رسول ان سے ایسا پیار کرتا ہے کہ جیسا کسی ماں نے اپنے بچے سے نہ کیا ہو گا۔ اور وہ اپنے رسول پر اپنی جانوں کو اس طرح چھڑکتے ہیں جس پر آسمان کے فرشتے بھی خمیں دفرین کرتے ہیں

مؤمن نبی کی آمد پر چشمِ فلک وہ نظارہ دیکھتی ہے جو صدیوں اس نے نہ دیکھا تھا۔

نبی کی وفات کا سانحہ ہوشِ ربا

نبی کے تربیت یافتہ صحابہ کی جماعت اپنے عاشقانہ دلولہ اور دلہانہ انداز کے ماتحت یہ تصور بھی نہیں کر سکتی کہ خدا کا نبی ایک دن وفات پا جائے گا۔ اور انہیں براہِ مذاقت سے جائے گا۔ لیکن نبی آخر ان ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے غیر متبدل قانون کے ماتحت آخر ایک دن اسے موت کا وہ گھوٹ مینا پڑتا ہے جو تمام آدم زادوں کے لئے ابتداء سے مقرر ہے۔ اس سانحہ ہوشِ ربا کے وقوع پذیر ہونے پر ایک زلزلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور مومنوں کی جماعت کو یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ وہ بالکل بے شمارہ گئے ہیں اور ان پر تیشی کی حالت طاری ہو گئی ہے۔ ایسے موقع پر کچھ کمزور طبائع ڈمگ جاتی ہیں اور ان سے کمزوری کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں اور دشمن بھی سرنگام لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اب یہ گلشنِ مدحیت تباہ و برباد ہو جائے گا۔ اس سانحہ کے بائبنان کی وفات کے بعد کون اس کے پودوں کی خورد و برد اہت کرے گا۔ یہ اب جلد ہی سرعجا کر خشک ہو جائیں گے۔ دشمن بھی اس خام خیالی میں مبتلا ہو جاتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کا زبردست ہاتھ نبی کی جماعت کو سنبھال لیتا ہے اور قدرتِ شانہ کے ذریعے پریشان دلوں کو تقویت اور تکنت مٹا فرماتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق اس جماعت میں سلسلہ خلافت جاری فرماتا ہے۔

خلافت کی حقیقت

خلافت نیابت اور قاعدائی کو کہتے ہیں اور خلافت میں ایک اقتدار پایا جاتا ہے نبی اس وقت کھڑا ہوتا ہے جب لفظِ ہراس کے ساتھ روئے زمین پر ایک فرد بھی نہیں ہوتا مگر خلیفہ اس وقت برپا ہوتا ہے جب اس کے ساتھ نبی کی قائم کردہ جماعت اور اس کے تیار کردہ پاکیزوں کا ایک تنظیم گردہ ہوتا ہے۔ اس لئے خلافت کے ساتھ روز اول سے ہی مدعا کا کارباز اللہ ہوتا ہے۔ باوجود اس اقتدار کے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے خلافت کا کمال نیابت میں ہی ہے اور اس نیابت کے

فرائض کی ادائیگی کے لئے اقتدار بطور آلہ کے ہوتا ہے اصل مقصود نہیں ہوتا۔ اصل مقصود خلافت سے ان روحانی انوار اور آسمانی کرنوں کو دیر پا اور وسیع تر بنانا ہوتا ہے جو نبی۔ وجودِ باوجود کے ذریعہ ظاہر ہوتی ہیں۔ اگر سلسلہ خلافت نہ ہوتا تو نبی کی موت دین اور اس کے مشن کی موت ہوتی۔ مگر اللہ تعالیٰ کبھی ایسا نہیں کرتا۔ ایسا کرنا اس کی حکمت کے خلاف ہے نبی صرف جسمانی طور پر وفات پاتا یا اس جہان سے انتقال کرتا ہے۔ روحانی طور پر اس کی کمالات جاری و ساری رہتی ہیں اور اس کے مشن کی نمائندگی کرنے والے خلفاء جو آتے ہیں۔ یوں تو نبی کی جماعت کا ہر فرد اپنے اپنے رنگ میں ان انوار کا حامل ہوتا ہے جو نبی کے ذریعے سے دنیا پر ظاہر ہوئے تھے۔ لیکن جب نبی کی وفات کے وقت مومنوں کے گداز دل کھٹے ہو کر امر الہی کے ماتحت جماعت کے نظام کو قائم رکھنے اور نبی کے دین کے نفاذ اور اس کی پوری قاعدائی کے لئے اپنے میں سے سب سے زیادہ پارسا اور مستحق وجود کو منتخب کرتے ہیں تو اس انتخاب کو آسمانی تائید حاصل ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ مومنوں کے دلوں پر خود انفا فرماتا ہے۔ اور وہ ایسے وجود کو منتخب کرتے ہیں جو اپنے وقت میں نبی کی سب سے بڑھ کر نیابت کرنے والا ہوتا ہے اسے اسی نے خلیفہ کہا جاتا ہے کہ وہ نبی کی روشنی کو زیادہ سے زیادہ وسیع علاقہ میں پھیلاتا ہے اور دشمنانِ دین کے سامنے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی طرح سینہ سپر ہوتا ہے جس طرح نبی ہوتا ہے وہ خدا کی اذکار کے نافذ کرنے کے لئے اسی طرح غیر تہ ہوتا ہے جس طرح نبی ہوتا ہے۔ مگر تمام روحانی اور انتظامی کیفیتیں میں خلافت نبوت کا پر تو ہوتی ہے اور خلیفہ نبی کا جانشین

نبی اور خلیفہ کا مقام

نبی خدا کا مامور ہوتا ہے۔ خلیفہ مامور نہیں ہوتا۔ نبی کا انتخاب براہِ راست خدا کی انتخاب ہوتا ہے اور خلیفہ کا انتخاب مومنوں کے واسطے سے خدائی انتخاب ہوتا ہے۔ نبی آفاذ میں اکیلا کھڑا ہوتا ہے۔ خلیفہ کے ساتھ پہلے دن سے ہی مومنوں کی جماعت ہوتی ہے۔ نبی اپنی عظیم ذمہ داریوں کے باعث اصل اور بنیاد ہوتا ہے۔ خلیفہ اپنے وسیع فرائض کے مطابق نبی کے مشن کی تکمیل کے لئے کھڑا کیا جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ جس طرح انبیاء علیہم السلام کی خارق عادت نصرت فرماتا ہے اسی طرح خلفاء کو بھی اللہ تعالیٰ کی خاص تائید حاصل ہوتی ہے اور وہ اس کی نصرتوں کے مورد ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ نبوت اور خلافت اللہ تعالیٰ کے دینی نظام کے لازم و ملزوم شعبے ہیں (باقی صفحہ)

خِلاَفَتِ عَلٰی مَنہَاجِ النُّبُوَّةِ كَيْفَا كِي بِشِكْوٰی كَاظْمِ رُو

۲۲ مئی ۱۹۰۸ء کا عظیم الشان دن

ازمکرہ جناب مولانا جلال الدین صاحب شمس رضی

احادیث صحیحہ میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کے بعد پہلے تو خلافت علی منہاج النبوة ہوگی۔ اس کے بعد ملوکیت کا دور آئے گا۔ اور مسلمان خلافت حقیقی کی برکات سے محروم ہو جائیں گے۔ لیکن ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں از سر نو خلافت علی منہاج النبوت کا سلسلہ قائم ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ایک عظیم الشان پیشگوئی کا حامل ہے۔ اور اپنے اندر مسلمانوں کے لئے بشارت عظمیٰ رکھتا ہے۔

مسلمانوں کی گزشتہ چودہ سو سالہ تاریخ اس امر کا شاہد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت راشدہ کا سلسلہ جو درحقیقت خلافت علی منہاج النبوة تھی، قائم ہوا۔ اور اس کے ذریعہ وہ اغراض و مقاصد جن کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا پورے ہوئے اور مسلمان روز بروز ترقی کی منازل طے کرتے گئے یہاں تک کہ دنیا کے ایک بڑے حصے پر اسلام پھیل گیا۔ اور جب حسب پیشگوئی مذکورہ بالا ملوکیت کا دور آیا اور خلافت علی منہاج النبوت کی روح آہستہ آہستہ کمزور ہوتی گئی تو مسلمان روز بروز تشقت و افتراق کا شکار ہونے لگے۔ حتیٰ کہ ہمارے زمانہ میں جو آخری زمانہ کہلاتا ہے مسلمانوں کی طاقت غیر مسلم طاقتوں کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہو گئی۔ مولانا ابوالکلام بھی مسلمانوں کے تنزل و ادبار کی یہی علت بیان کرتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی قومی زندگی و عروج کا اصل دور خلافت راشدہ کا ہی زمانہ تھا۔ جبکہ مسلمانوں میں اجتماع و اتحاف کی حالت پائی جاتی تھی اور

”اجتماع و اتحاف کی یہ حالت حضرت علی علیہ السلام پر ختم ہو گئی۔ اس کے بعد سے اشتتات و انتشار کا دور شروع ہوا۔ از انجملہ مرکزی قوتوں اور منصوبوں کا انتشار و اشتتات تھا جس نے فی الحقیقت امت کا تمام نظام شمسی و اصلی درہم برہم کر دیا۔ خلافت خاصہ کے بعد یہ ساری بچاؤ ترقی الگ الگ ہو گئیں“ (مسئلہ خلافت ص ۲۱)

الغرض امت مسلمہ سے نظام خلافت علی منہاج النبوت کا منٹ جانا ہی اس کے زوال کا حقیقی باعث ہوا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا حدیث میں یہ بشارت دی کہ مسلمانوں کے زوال و انحطاط کے بعد پھر اللہ تعالیٰ خلافت علی منہاج النبوت کا سلسلہ قائم کرے گا۔ اور اسلام کو تمام مذاہب پر غلبہ بخشنے گا۔ اور وہ زمانہ آجائے گا کہ جب تمام مذاہب میں سے صرف اسلام کو ہی حقیقی مذہب سمجھا جائے گا۔ اور باقی تمام ملتیں ہلاک ہو جائیں گی۔ خلافت علی منہاج النبوت کے الفاظ بھی اپنے اندر یہ پیشگوئی رکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حسب منطوق آیت و آخرین منهم لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ اِیک روزی بعثت ہوگی۔ یعنی ایک نبی ظاہر ہوگا جو آپ کا ہی امتی ہوگا۔ اور آپ کے نور سے مستنیر اور آپ کے فیض روحانی سے مستفیض ہو کر ایک جماعت قائم کرے گا۔ اور اس کی جماعت صحابہ کی جماعت کی مانند ہوگی۔ تب اس کی وفات پر خلافت علی منہاج النبوت قائم ہوگی جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر قائم ہوئی تھی۔ سو وہ کمال بروز محمد سورہ جمعہ کی مذکورہ بالا آیت کے مطابق حضرت بانی جماعت احمدیہ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اور جیسے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے انتقال سے پہلے آپ کی وفات کے قریب کی اطلاع دے دی تھی۔ اور آپ پر آیت الیوم اکملت لکم دینکم نازل فرما کر یہ بتا دیا تھا کہ آپ اپنا کام مکمل کر چکے ہیں ویسے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کے بروز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بذریعہ الہامات یہ خبر دے دی تھی کہ آپ کی وفات کا وقت قریب ہے۔ چنانچہ ۱۹۰۸ء میں آپ نے اپنے رسالہ الوصیت میں اس کا بالصراحت اعلان بھی فرمایا اور اس وصیت میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ آپ کے بعد خلافت علی منہاج النبوت کا سلسلہ جاری ہوگا۔ اس رسالہ میں آپ اللہ تعالیٰ کی یہ دائمی سنت کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ اور ان کو غلبہ دیتا ہے۔ اور جس

راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے۔ لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ان کی وفات کے بعد ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے۔ اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ یہ ذکر کر کے فرماتے ہیں:-

”غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔ (۱) اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔ (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا۔ اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی۔۔۔۔ تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے۔ اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے معجزہ کو دیکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق کے وقت میں ہوا۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی۔ اور بہت سے بادیہ نشین مرتد ہو گئے اور صحابہ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا۔ اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا۔ اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا و لیسکن لهم دینهم الذی ارتضیٰ لهم ولیبذلنہم من بعد خوفهم امثلاً۔ یعنی خوف کے بعد ہم ان کے پیر جمادیں گے“

یہ خلافت جو خلافت علی منہاج النبوت ہے۔ اس کا ذکر کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

”سو اے عربیزو! جبکہ قدیم سے سنت الہیہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدریں دکھلاتا ہے تا مغانفول کی دو جھوٹی خوشخبریوں کو پامال کر کے دکھلا دے۔ سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دکھینا ضروری ہے۔ اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت انہیں سکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی“

اس کے بعد آپ نے ۲ مئی ۱۹۰۸ء کو بعد از نماز عصر اپنی ستر پھرتی کتب اور اپنی تقاریر اور تبلیغی سفروں کا ادویہ کہ تقریری اور تحریری طور پر ہم نے تبلیغ کا کام پورا کر دیا ہے ذکر کر کے فرمایا:-

”معتوقی رنگ اور منقولی طور سے تو اب ہم اپنا کام ختم کر چکے ہیں۔ کوئی پہلو ایسا نہیں رہ گیا جس کو ہم نے پورا نہ کیا ہو“

(الحکم ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء)

اور جب آپ کی وفات کا وقت بہت قریب آ گیا تو آپ کو اپنی وفات سے پچھ روز پہلے یعنی ۲۰ مئی ۱۹۰۸ء کو یہ الہام ہوا:-

الرحیل ثم الرحیل والموت قریب۔ یعنی کوچ کا وقت قریب آ گیا ہے اور موت قریب ہے۔ اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کا صبح کو وہ گھڑی لگی جس میں آپ نے اپنے ازلی محبوب سے وصال کر کے دنیا کے فانی سے دار البقاء کی طرف انتقال فرمایا اور جس طرح آپ کے قبور و مقبرہ رسول کریم کی زبان مبارک پر بوقت انتقال الی الرفیق الاعلیٰ کے الفاظ جاری تھے اسی طرح جیسا کہ ڈاکٹر سعید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم نے لکھا ہے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی بوقت انتقال یہی کہہ رہے تھے:-

”اے میرے پیارے اللہ سے میرے پیارے اللہ اے میرے پیارے اللہ۔ یہی الفاظ بڑی محبت بھرے لہجے میں آپ کہتے

رکھتا ہے عجبتان خدانامِ خلافت

از محترم جناب روشن دین صاحب تنویر مہموم

ملتا ہے اسی قوم کو انعامِ خلافت
ہو جس کا عمل لائق اکرامِ خلافت

خورشیدِ جہانِ نابِ نبوت کی کرن سے
رخشنده ہیں دیوار و دروہامِ خلافت

یہ سلسلہ در سلسلہ قائم ہے ہدیٰ کا
پیغامِ نبوت ہی ہے پیغامِ خلافت

پھر شور اٹھا محمدؐ مصطفویٰ میں
پھر دور میں لائے ہیں وہی جامِ خلافت

شاہی میں گدائی ہے گدائی میں ہے شاہی
رکھتا ہے عجبتان خدانامِ خلافت

آغاز کیا پھر جو سجائے زماں نے
تار و زقیا مت نہیں انجامِ خلافت

تنویر یہ ہے دین کا ایک نکتہ باریک
آزاد وہی ہے کہ جو ہے رامِ خلافت

رہے۔ اور جب صبح کی نماز کی اذان
کان میں پڑی تو پوچھا کہ کیا صبح کا
وقت ہو گیا ہے۔ تو پھر باوجود
ناطقتی اور کمزوری کے آپ نے
نماز کی نیت باندھی اور نماز
ادا کی یہاں تک کہ اس پیارے
کو جا ملے۔ جس کے لئے آپ رات
دن کوشاں تھے۔

(بدر ۲ جون ۱۹۰۸ء)

خلافتِ علی منہاج النبوت کے سلسلہ کا قیام

جب مطابق الہام اَنْتَ الَّذِي طَارَ
الْحَقُّ رُوحَهُ، آپ کی روح اپنے حقیقی مولا
کی طرف پرواز کر گئی تو ۲۷ مئی کو قادیان دار
الامان میں آپ کی تمام حاضر الوقت جماعت
نے آپ کی نماز جنازہ ادا کرنے سے پہلے
رسالہ الوصیت کے مطابق حضرت حاجی الحرمین
حکیم مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کو
بالاتفاق خلیفہ منتخب کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت
کی۔ اور عہد کیا کہ آئندہ آپ کا فرمان ہمارے
لئے دیسا ہی واجب الاتباع ہوگا جیسا کہ
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا۔ چنانچہ
جو تحریر انتخاب کے وقت حضرت مولوی صاحب
کی خدمت میں بطور درخواست تھی عام حاضرین
کو پڑھ کر سنائی گئی۔ وہ یہ تھی :-

”ابعد مطابق فرمان حضرت
مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
مندرجہ رسالہ الوصیت ہم احمدیان
جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں
اس امر پر صدق دل سے متفق
ہیں کہ اولیٰ المہاجرین حضرت حاجی
مولوی حکیم نور الدین صاحب جو ہم
سب میں سے علم اور تقیٰ ہیں
اور حضرت امام کے سب سے زیادہ
مخلص اور قدیمی دوست ہیں اور جن
کے وجود کو حضرت امام علیہ السلام
اسوۂ حسنہ قرار فرما چکے ہیں
جیسا کہ آپ کے شعر سے

چرخش بودے اگر ہر یک زماں تو زمین ٹوٹے
ہیں بوٹے اگر ہر یک پر از نور یقیں بوٹے
سے ظاہر ہے کہ ہاتھ پر احمد کے
نام پر تمام اجماعی جماعت موجودہ
آؤ آئندہ نے ممبر بیعت کریں۔
اور حضرت مولانا صاحب موصوف
کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ
ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس
مسیح موعود و مہدی مہمود علیہ
الصلوٰۃ والسلام کا تھا :-

”ستخط رمت اللہ واکب المخلص ویراؤس ناہون
ماجزاہ مرزا محمود آئندہ۔ مفتی محمد صادق۔ سید

محمد اسرار ہوی۔ سید محمد حسین اسٹنٹ مہجر
لاہور۔ مولوی محمد علی۔ خواجہ کمال الدین۔ ڈاکٹر مرزا
یعقوب بیگ۔ مرزا خدابخش۔ اکبر شاہ خان
نجیب آبادی۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب وغیرہ۔
حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الوصیت
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ
کی قدرتِ ثانیہ کے ظہور کی مثال حضرت ابوبکرؓ
کی خلافت کی دی ہے۔ اور یہ عجیب بات ہے
کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ
نے جس شخص کے ہاتھ پر صحابہ مسیح موعود علیہ السلام
کو بیعت کیا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
سے بہت سی باتوں میں مشابہت رکھتا تھا۔
حضرت ابوبکرؓ مردوں میں سے اول المؤمنین
تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ
کے متعلق فرمایا کہ ہر ایک کو مجھے ماننے میں
کوئی نہ کوئی ردک یا تردد ہوگا۔ لیکن حضرت
ابوبکرؓ کو ایمان لانے میں کوئی تردد نہ ہوا۔
اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ
عنہ بھی مردوں میں سے پہلے شخص تھے جو
حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لائے
چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کے
متعلق فرماتے ہیں کہ :-

”انہوں نے ایسے وقت میں
بلا تردد مجھے قبول کیا کہ جب ہر طرف
سے تکفیر کی صدائیں بلند ہونے
کو تھیں۔ اور بہتروں نے باوجود
بیعت کے عہد بیعت کو فسخ کر دیا
تھا۔ اور بہترے سست اور
متذبذب ہو گئے تھے۔ تب سب سے
پہلے مولوی صاحب ممدوح کا ہی
خط اس عاجز کے اس دعویٰ کی
تصدیق میں کہ میں ہی مسیح موعود ہوں
قادیان میں میرے پاس پہنچا۔
جس میں یہ فقرات درج تھے،
امنا وصدقتنا ذاکتبنا
مع الشاہدین“

(روحانی خزائن جلد ۲ بحوالہ
ازالہ اوہام ص ۵۲)

پس اللہ تعالیٰ نے بھی اس ایمان و تصدیق
کا بدلہ اس رنگ میں دیا کہ آپ کو حضرت ابوبکر
صدیقؓ کے نمونے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام
بروز محمد علیہ السلام کا خلیفہ اول بنا دیا اور
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح آپ کی
خلافت سے خلافتِ علی منہاج النبوت کے
سلسلہ کا آغاز ہوا۔ پھر جیسے حضرت ابوبکرؓ
رضی اللہ عنہ نے انتخابِ خلیفہ کے وقت
حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو عبیدہؓ
کو پیش کیا تھا کہ ان دو میں سے کسی کی بیعت
کر لی جائے۔ اور جس کا پہلے نام آیا وہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ثانی
ہوے۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح اول

رضی اللہ عنہ نے بھی خلیفہ منتخب کئے جانے
کے وقت جو تقریر فرمائی اس میں آپ نے
چند دستوں کے نام کا ذکر کر کے فرمایا کہ اگر
چاہو تو ان میں سے کسی کو منتخب کر لو۔ لیکن
آپ نے ان کا ذکر ان الفاظ سے شروع کیا :-

”میں چاہتا تھا کہ حضرت صاحب
کا صاحبزادہ میاں محمود احمد
جانشین بنتا۔ اور اسی واسطے
میں ان کی تعظیم میں سہا کرتا رہا یا
میر ناصر نواب صاحب جو حضرت
کے واسطے جلتے اور یا فراب محمد علی
خان صاحب جو حضرت کا فرزند ہیں

داخل ہیں :-

(بدر ۲ جون ۱۹۰۸ء)

اور مولوی سید محمد احسن صاحب اور مولوی محمد علی صاحب
کا بھی ذکر کیا۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ
عنہ کی طرح آپ نے جس کا نام سب سے پہلے ذکر
کیا تھا وہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے
خلیفہ ہوئے۔ اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی وہ پیشگوئی کہ آخری زمانہ میں پھر
خلافتِ علی منہاج النبوت کا سلسلہ شروع ہوگا
۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو بڑی آب و تاب سے
پوری ہوئی۔

فالحمد لله على ذلك به

آیت استخلاف اور تحریک جدید

از کمزم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے دیکنال تحریک جدید قادیان

آیت استخلاف میں مومنوں کی جماعت سے وعدہ الہی ہے کہ **وَلَيَكُونَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٌ مِّنْ دُونِ هَذِهِ فِيهَا نَجُورٌ لَّهُمْ فِيهَا لَا يَصْرِفُونَ** اور اللہ تعالیٰ ان کے دن کو نمکنت بخشنے کا پھر نبی کے خلفاء کے بعد مبارک میں ایسا ہی ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلفاء کے بعد میں بھی یہ وعدہ ایفاء ہوا حضور کے ذوالیہ پر حضرت خلیفۃ المسیح اولیٰ کے ذریعہ قلوب مومنین نے سکینت پائی اور نمکنت حاصل ہوئی۔ اور خلافت کا مسئلہ واضح طور پر قلوب میں راسخ ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ کے ذریعہ پھر عملاً مسئلہ خلافت دلوں میں راسخ ہوا اور مخالف نقطہ نظر رکھنے والوں پر سنا ہوا ایمان میں، الفلاح فی سبیل اللہ اور جہاد: اعلائے کلمۃ اللہ میں اور ان امور کے لئے وقف اولاد وغیرہ میں غیر معمولی نمایاں برتری حاصل ہوئی۔ وہ خزانہ جماعت جو ان بکھرنے والے افراد کے وقت صرف چند آنے کی رقم رکھتا تھا اب اس کا میزانہ ہر دو مراکز کا سال رواں کا قریباً سو ادھوڑ پونے کا ہے ان باقاعدہ چندوں کے علاوہ ہر ذمہ دار ممبرانہ لیشن فنڈ (جو حضرت مسیح موعود کی وفات پر آٹھ کے کام کو جاری رکھنے کے لئے جمع کیا گیا) قریباً سینتیس لاکھ روپے ہوا اور حضور صاعق مغربی افریقہ کے ممالک کے لئے جو لغت جہاں چند سال پہلے قائم کیا گیا اس کی وصولی بھی قریباً ۳۵-۴۰ لاکھ تک ہو چکی ہے۔

۱۹۳۲ء میں مرکز قادیان اور جماعت احمدیہ کے (معاذ اللہ) استیصال کے بارے میں اعلان بعض مسلم جماعتوں نے کیا جن کی پشت پناہی اس وقت کی پنجاب سرکار بھی کر رہی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جماعت کو بلیغین کی کہ وہ اس فتنہ کے مقابلہ کے لئے تحریک جدید کے تحت ۲۷ ہزار روپیہ فی سال ادا کریں تا جہاں شدہ جماعتی کام متاثر نہ ہوں اور حضور نے پُر زور تحریک فرمائی کہ شادی بیاہ، رہن سہن اور کھانے میں حد درجہ سادگی اختیار کی جائے تا ایسی کیفیت سے روپیہ پس انداز ہو کہ خدمت دین کے لئے دیا جاسکے۔ اور سینما، تاشوں وغیرہ سے بکلی روک دیا۔ اس چندہ میں

حضور نے بذات خود پونے تین لاکھ سے اوپر اور حضور کے خاندان نے مزید کئی لاکھ روپیہ دیا۔ اور یہ سلسلہ اتنا جاری ہے۔ اور جماعت احمدیہ اس میں قریباً ۵۷ لاکھ روپیہ سالانہ چندہ دیتی ہے۔ جس سے قرآن مجید کے مختلف زبانوں میں تراجم شائع ہوتے ہیں نیز ممالک میں تبلیغ کے مراکز قائم کئے جاتے ہیں وہاں مبلغ بھجوائے جاتے ہیں۔ مدارس اور شفاخانے کھولے جاتے ہیں مساجد تعمیر کی جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان آخری سالوں میں جسے تحریک کا اجراء ہوا حضور ما احمدیت کو نمکنت بخشی۔ اس وقت خاص طور پر آحرار اسلام پارٹی نے مخالفت کا بیڑا اٹھایا تھا۔ خود وہ حسباً مشوراً ہو گئی اور اس کا استیصال ہوا۔ اور اس کا نام حرب غلط کی طرح مٹ گیا۔ لیکن طوفان کی ان آندھیلوں میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے لگایا ہوا یہ لودا ہر آہن سے محفوظ رہا بلکہ زیادہ سے زیادہ تادد و رخت بنتا جا رہا ہے جس کے شیریں ثمرات ظاہر ہو رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ تین سال کے لئے قربانی کر دو تو اس وقت احراری فتنہ سامنے تھا حضور نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ زمین ان کے پاؤں تلے سے نکلی جا رہی ہے۔ اور یہ بات چند دن میں پوری ہو گئی۔ زبجو الہ کتاب پچھنزاری مجاہدین منگلا) نیز فرمایا:۔

”پچھلا پچاس سالہ تجربہ تمہارے سامنے ہے۔ دشمن نے لاکھ لاکھ روپے ڈالیں۔ اس نے کروڑوں جیلے کئے۔ بڑے بڑے لوگ اٹھے اور انہوں نے جاہا کہ سلسلہ کی ترقی کو روک دیں مگر خدا کا کام ہو کر رہا۔ اس نے الہام کے لئے لوگ کھڑے کر دئے جو اس کے دین کے انصاریت اور یقیناً اب بھی ایسا ہی ہوگا۔ (۲۱-۳۰ صفحہ)

بہت بڑا جہاد درپیش
بہت بڑا جہاد جماعت کو درپیش ہے حضور فرماتے ہیں:۔
”ایک بہت بڑا کام ہے جو ہمارے

سامنے ہے۔ ایک عظیم انسان جنگ ہے جو شیطان سے لڑی جالے والی ہے۔ جو لوگ اس میں حصہ لیں گے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل کر لیں گے۔ جو لوگ حصہ نہیں لیں گے وہ اپنے اعراض سے خدا تعالیٰ کے کام کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ کیونکہ یہ کام خدا کا ہے اور اس نے بہر حال ہو کر رہنا ہے“ (۲- صفحہ)

چندہ نہ لینا ایمان پر ظلم

حمزہ یہ بھی فرماتے ہیں:۔
”اگر یہ روپیہ ہماری مزدورت کے لئے کافی ہو جائے تب پھر تمہارے اندر ایمان پیدا کر لے گئے۔۔۔ اخلاصاً۔۔۔ زندگی۔۔۔ اور تمہارے اندر روحانیت پیدا کرنے کیلئے ضروری ہے کہ۔۔۔ مطالبہ کیا جائے اور ہمیشہ اور برآں کیا جائے۔ اگر مطالبہ ترک کر دیا جائے تو یہ تم پر ظلم ہوگا۔ یہ سلسلہ پر ظلم ہوگا یہ تقویٰ اور ایمان پر ظلم ہوگا“ (الفضل، اپریل ۱۹۳۲ء)

سلسلہ کو اموال کثیرہ حاصل ہونگے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کو ترقی ہوگی اور جماعت کے لئے مطالبہ اموال حاصل ہوں گے اور حضور کا قائم کردہ نظام ترقی پذیر ہوگا۔ حضور فرماتے ہیں:۔
”یہ مدت خیالی کو کہ یہ دور از قیاس باقی ہے بلکہ یہ اس قاعدہ کا ارادہ ہے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے مجھے اس بات کا علم نہیں کہ یہ سوال کیونکر جمع ہوں گے اور ایسی جماعت کیونکر پیدا ہوگی۔۔۔ میں دعا کرتا ہوں کہ ایسے ابن ہدیہ اس سلسلہ کو لاحق آئے جس جو خدا کے لئے کام کریں“ (الوحیث)

تحریک جدید نظام کو کھینچنے اور اس سے
حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ وہ وسیع اور عالمگیر نظام جو وصیت کے ذریعہ قائم ہوگا

اور اس کے احوال یورپ اور امریکہ کی حکومتوں کے احوال سے بھی بڑھ جائیں گے اور دنیا کے دیوبی مزیزیات طعام و قیام اور تعلیم وغیرہ کے لئے کمتقی ہوں گے یہ اس وقت قائم ہوں گے جب دنیا میں احمدیت کی کثرت ہو جائے گی۔ فرمایا

”ابھی موجودہ آمد کرنا کو بھی صحیح طور پر چلانے کے قابل نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں تحریک قدس کا القاء فرمایا تاکہ تبلیغ احمدیت کو وسیع کیا جائے۔ پس تحریک جدید کیا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے سامنے سفیدت کی یہ نیاز پیش کرنے کے لئے ہے کہ وصیت کے ذریعہ جو جس نظام کو دنیا میں قائم کرنا چاہتا ہے اس کے آنے میں ابھی دیر ہے اس لئے ہم ترقی حضور اس نظام کا ایک چھوٹا سا نقشہ تحریک جدید کے ذریعہ پیش کرتے ہیں تاکہ تبلیغ احمدیت کو وسیع کیا جائے اور تبلیغ سے وصیت کو وسیع کیا جائے۔۔۔ غرض تحریک جدید کو وصیت کے بعد آئی ہے مگر اس کے لئے بیشتر کی حیثیت میں۔۔۔ اور بطور ارہاس ہے۔ ہر شخص جو تحریک جدید میں حصہ لیتا ہے وصیت کے نظام کو وسیع کرنے میں مدد دیتا ہے اور ہر شخص جو نظام وصیت کو وسیع کرتا ہے وہ نظام کی تعمیر میں مدد دیتا ہے“ (نظام نو صفحہ ۱۱۵-۱۱۶)

صیہونی خطرہ کا دفع

امریکن میگزین ٹائم نے اپنے بہترین نامہ نگاروں کو روم، بیروت، بیرونی اور عرب ممالک میں بھیجا اور متعدد بہترین ناموں کے ذریعہ معلومات فراہم کر کے ہر امریکہ کو پانچ صفحات کا مضمون شائع کیا جس میں بتایا کہ تیل کی اس قدر نسبتات عرب ممالک میں ہے کہ اس کی وجہ سے ان کی مال غنیمت روز افزوں ہے اور اندازہ ہے کہ سنہ ۱۹۳۸ء تک ۱۵ اترقادیان ہر اترانداز ہوں گے (ہفت روزہ الجمعیت نومبر اپریل ۱۹۳۳ء صفحہ)

دوسری طرف یہ امر کسی سے مخفی نہیں کہ اسرائیل کی ایک ابخا ہر تخیلی مملکت جو روس برطانیہ اور امریکہ وغیرہ طاقتوں کی جاہلانہ مدد سے بذریعہ اقامت متحدہ قائم ہوئی روز بروز ترقی پا رہی ہے اور عرب ممالک باوجود وسیع گنا زیادہ ہونے کے سے ذرہ بھر علی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اسرائیل کی جارحیت ہر لمحہ تشویش ناک ہوتی جا رہی ہے۔ ان کے طاقتور عزائم ان کے ایک بہت بڑا ہتھیار امریکی بیرونی کے ایجنٹوں سے جہاں

خلفاء کی علامات

آیت "قلنا انزلنا من السماء ماء فاعلنا نخلًا مہنتاً" سے لے کر آیت "انزلنا من السماء ماء فاعلنا نخلًا مہنتاً" تک کے الفاظ کا ترجمہ ہے۔

آیت اول: خلیفہ خدا بنا ہے۔ یعنی اس کے بنانے میں انسانی ہاتھ نہیں ہوتا۔ نہ وہ خود بخود اپنی مرضی سے بناتا ہے۔ اور نہ کسی مضمونہ کے ذریعہ وہ خلیفہ بنتا ہے۔ بلکہ بعض دفعہ تو ایسے حالات میں وہ خلیفہ بنتا ہے جبکہ اس کا خلیفہ ہونا ظاہر ناممکن سمجھتا ہے۔ چنانچہ یہ الفاظ کہ "ذاعلم اللہ انہ الذین امنوا منکم ذرعیۃ لکم لعلکم تفرحون" سے ظاہر کرتے ہیں کہ خلیفہ خدا ہی بنا ہے کیونکہ جو وعدہ کرتا ہے وہی دیتا بھی ہے۔ نہ یہ کہ وعدہ تو وہ کرے اور اسے پورا کوئی اور کرے پس اس آیت میں پہلی بات یہ بتائی گئی ہے کہ بچے خلیفہ کی علامتوں کے خلاف اس کی طرف سے بڑی کوئی شخص خلافت کی خواہش کرے خلیفہ نہیں بن سکتا۔ اور نہ کسی مضمونہ کے ماتحت خلیفہ بن سکتا ہے۔ خلیفہ وہی ہوگا جسے خدا بنا نا چاہے گا۔ بلکہ بسا اوقات وہ ایسے حالات میں خلیفہ ہوگا جبکہ دنیا اس کے خلیفہ ہونے کو ناممکن خیال کرتی ہوگی۔

دوسری علامت "انہ تعالیٰ نے بچے خلیفہ کی یہ بتائی ہے کہ وہ اس کی مدد انبیاء کے مشابہ کرنا ہے کیونکہ فرمایا ہے "کما استخلف الہ فی من قبلہم کہ یہ خلفاء ہماری طرف سے ایسے ہی منتخب ہوں گے جیسے پہلے خلیفہ۔ اور جب پہلی خلافتوں کو دیکھا جائے تو وہ تین قسم کی نظر آتی ہیں اول خلافت نبوت جیسے آدم علیہ السلام کی خلافت تھی جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "انی جاعلی فی الارض خلیفۃ لقرہ" (یعنی میں زمین میں اپنا ایک خلیفہ بنانے والا ہوں)۔ اب آدم علیہ السلام کا انتخاب نہیں کیا گیا تھا اور نہ وہ دنیوی بادشاہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے ایک وعدہ کیا اور انہیں زمین میں اپنی طرف سے آپ کو ایک اور جنم میں ان کا انکار کیا انہیں سزا دی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آدم ان معنوں میں بھی خلیفہ تھے کہ ایک پہلی نسل کے تباہ ہونے پر انہوں نے اور ان کی نسل نے پہلی قوم کی جگہ لے لی۔ اور ان معنوں میں بھی خلیفہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ ایک بڑی نسل جاری کی۔ لیکن سب سے بڑی اہمیت جو انہیں حاصل تھی وہ نبوت اور مہنت تھی کی معنی۔ جس کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ انہی معنوں میں حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی خلیفہ کہا گیا ہے۔

پس پہلی خلافتیں اول خلافت نبوت تھیں جیسے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام کی خلافت تھی۔ جن کو قرآن کریم نے خلیفہ قرار دیا ہے۔ مگر ان کو خلیفہ صرف نبی اور مہنت ہونے کے معنوں میں کہا گیا ہے۔ چونکہ وہ اپنے اپنے زمانہ کی ضرورت کے مطابق صفات الہیہ کو دنیا میں ظاہر کرتے تھے اور اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ظل میں ظاہر ہوئے اسی لئے وہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کہلائے۔

(تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ اول ص ۳۶۶ تا ۳۷۰)

حضرت سید میر داؤد احمد رضا کے ساتھ ارتحال پر تعزیت

حضرت سید میر داؤد احمد صاحب مرحوم و مغفور کے ساتھ ارتحال پر مزید کچھ احباب اور جماعتوں نے حضرت صاحبزادہ مراد سید احمد صاحب کی خدمت میں تعزیتی خطوط اور قراردادیں بجاوائی ہیں ان کی فہرست درج ذیل ہے۔

- ۱- کرم سید خاں احمد صاحب مظفر پور جمعی
- ۲- مولوی احمد اللہ صاحب مسوئین ناس
- ۳- مسیح الدین اللہ دین صاحب بسبی
- ۴- مولوی حمید الدین صاحب مبلغ پونچھ
- ۵- خواجہ سعید احمد صاحب دارالعلوم
- ۶- پرورش محمد عالم صاحب خانپور ملکی
- ۷- ام مظفر احمد صاحب سرنگر
- ۸- محمد زکریا صاحب آرہ
- ۹- مولوی شیخ حمید اللہ صاحب پونچھ
- ۱۰- محمد اکرم خاں صاحب غندی رلوہ
- ۱۱- پروین سید عبدالسلام صاحب بنارس
- ۱۲- ڈاکٹر سید حمید الدین صاحب جمشید پور

حضرت سید میر داؤد احمد رضا کے لئے دعا

- ۱- میری والدہ محترمہ یاروں کے درد بیمار میں ان کی صحت کے لئے اور میں کاروباری پریشانیوں سے ہوں ان کے ازلہ کیلئے دعا فرمائی جائے سید شکر علی کوڑلی
- ۲- میری اہلیہ کو زچگی ہونے والی ہے۔ یہ مرحلہ ہجرت گزارنے کے لئے اور سر بھتھے نعیم احمد کی تجارت میں ترقی کیلئے دعا فرمائی جائے غلام محمد اندلیال ندھرا

اس نے تمہارا کہ
 اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دنیا میں جو کچھ چاہیے نہ وہ مہنت سے نہیں
 ہر جہاد کے لئے دنیا میں جو کچھ چاہیے نہ وہ مہنت سے نہیں
 مہنت سے نہیں
 (۱) یہ خیال مت کرنا کہ تخریب کاری میری
 طرف سے ہے۔ نہیں بلکہ میں اس
 کا ایک ایک لفظ قرآن کریم سے
 ثابت کر سکتا ہوں۔ اور ایک ایک
 حکم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے ارشادات دیکھا سکتا ہوں۔ مگر
 سوچنے والے دماغ اور ایمان والے
 دل کی ضرورت ہے۔
 یہ سب یہ مت خیال کرنا کہ جو میں
 نے کہا ہے وہ میری طرف سے ہے
 بلکہ یہ اس نے کہا ہے جس کے ہاتھ
 میں تمہارا دانا ہے۔ میں اگر میری
 جان لیا تو نہ سوسے ہی کہلاؤں
 گا اور ان کے مرنے کے بعد اور سے
 بہر حال چھوڑ دلی گا نہیں جب تک تم
 سے اس کی پابندی نہ کروں۔ یہ پہلا
 قیام ہے۔ (الفضل ۳۱ ستمبر ۱۹۳۵)
 احباب سے استعانت کہ اس تخریب
 کی اہمیت کے مد نظر اس میں توثیق فرمائی
 اور بدو قاریان کی جانی اور ہمدردی
 جماعت خاص توجہ فرمائی
 اللہ تعالیٰ سب کو توفیق عطا کرے۔ آمین

نبوت اور خلافت کی حقیقت

نبوت اور خلافت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جو کچھ چاہیے نہ وہ مہنت سے نہیں ہر جہاد کے لئے دنیا میں جو کچھ چاہیے نہ وہ مہنت سے نہیں مہنت سے نہیں

خدا کی بادشاہت کی دو تجلیاں ہیں۔ اور روحانی گاڑی کے دو پیسے ہیں جو لوگ نبوت کا ذکر کرتے ہیں وہ خلافت کی نعمت سے بھی بے بہرہ رہتے ہیں۔ اور جو لوگ خلافت کے منکر ہوتے ہیں وہ نبوت کے روحانی ثمرات سے بھی محروم رہتے ہیں اور آسمانی بادشاہت کی عظیم تجلی سے بھی بے نصیب رہ جاتے ہیں۔ محض اقتدار نہ کبھی نبوت کا لقب العین ہوسکتا ہے اور نہ خلافت کا مطلوب قرار پایا ہے۔ درحقیقت یہ دونوں نعمتیں خالص آسمانی اور روحانی ہیں۔ البتہ جب جب اور جس جس قدر اقتدار نبوت کو حاصل ہوا یا خلافت کے شامل حال ہوا تو اسے سبب نبوت اور خلافت کے استوار کرنے اور دنیا کی بنیادوں کو مستحکم کرنے کے لئے اختیار کیا گیا۔ اور یہی وہ نقطہ ہے جہاں پر کہ خلافت راشدہ عام حکومت یا مطلق خلافت سے ممتاز نظر آتی ہے

نبوت اور خلافت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جو کچھ چاہیے نہ وہ مہنت سے نہیں ہر جہاد کے لئے دنیا میں جو کچھ چاہیے نہ وہ مہنت سے نہیں مہنت سے نہیں

پھر دسمبر ۱۹۷۰ء کو آپ کو یہ ابھارت
 سے :-
 "بجزم کو دھنسا تو زریاب رسید
 یعنی خوشی اور خوشی سے صل کی نیراخت
 قریب (۱۷۱)
 ستا بیتر کو ایک دانہ ہرما سے
 متعلق (اللہ خیر ذابیع) خوشیاں
 منائیں گے"

ان ابھارت میں پہلے آپ کی وفات کے
 قریب آنے کا ذکر ہے جو ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء
 کو ہوئی۔ پھر ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء کو جبکہ آپ کی
 نفس مبارک کو قادیان لایا گیا اور نماز جنازہ
 ادا کی گئی اور بالاتفاق حسب الوصیت حاجی
 المحرمین حضرت مولوی نور الدین صاحب کو آپ
 کا خلیفہ اول منتخب کیا گیا۔

پھر ان ابھارت میں تعین کے رویہ کا ذکر
 کیا گیا ہے کہ وہ آپ کی وفات پر خوشیاں
 منائیں گے۔

پھر ۹ مئی ۱۹۰۸ء کو الہام ہوا :-

الرحیل ثم الرحیل ان اللہ یعمل
 کل عمل

اور ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء کو الہام ہوا :-
 "دور مت مومن"

اور ۱۶ مئی ۱۹۰۸ء کو الہام ہوا

"مکن تکم بر عمرنا بائدار"

اور یوم وفات سے چھ روز پیشتر یعنی
 ۳ مئی ۱۹۰۸ء کو الہام ہوا

الرحیل ثم الرحیل والموت قریب

یعنی کوچ کا وقت قریب آگیا ہے اور موت
 قریب ہے۔

۳ مئی ۱۹۰۸ء کو آپ نے بعد نماز عصر
 ایک گفتگو کے وہ ان میں اپنی ستر بھجور کنت
 ان اپنی تقادیر اور تیسری سفروں کا ذکر کیا
 فرمایا :-

"مستحقہ رنگ میں اور مغربی طور

سے توبہ اپنا کام ختم کر کے

میں کوئی پہلو ایسا نہیں رہ گیا جس

کو ہم نے پورا نہ کیا۔"

را حکم ۱۶ مئی ۱۹۰۸ء

بجز اسی روز آپ نے مبلغ سے متعلق فرمایا

"ہمارا کام صرف بات کا پیچھا دینا

ہے ماعلیٰ المرسل الی السلاخ

تعرف ہذا کا کام ہے ہم اپنی طرف

سے بات کا پیچھا دینا چاہتے ہیں

ایسا نہ ہو کہ تم یو جھے جاویں کہ

کیوں ابھی طرح سے نہیں بتایا

اس واسطے ہم نے زبانی ہی دیکھوں

کو سنا ہے تحریری بھی اس کام

کو پورا کر دیتے۔ دنیا میں کوئی کم

ہوگا کہ ان کو ہماری تبلیغ نہیں

پہنچی یا ہمارا دعوہ اس تک نہیں

پہنچی۔ (الحکم ۱۰ جون ۱۹۰۸ء)
 خدا تعالیٰ کا طرف سے پیغام لانے
 والا جب پیغام پہنچے اور رسول جو عرض
 کے لئے بھیجا جائے۔ وہ من پوری ہو گیا۔
 تو خدا تعالیٰ اس اپنے اس بلا لیتا ہے اور
 اگر اس وقت دنیا اپنی پوری خواہوں کے
 اٹھ اس کے سامنے آئے ۱۰ جون ۱۹۰۸ء سے
 اعراض کرے اپنے ب اور محبوب ازلی
 سے ملاقات کو اختیار کرتا ہے جیسا کہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ اور آپ کے
 غلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا
 جلد آج سے ساتی اب کچھ نہیں ہے باقی
 سے شربت تلافی جس دہوا ہی ہے

قدرت ثانیہ کا ظہور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء
 کو صبح کے وقت اسے میرے پیارے اللہ
 اے میرے پیارے اللہ۔ اے میرے بیٹے
 اللہ کے الفاظ محبت مجھے لیے میں کہتے
 ہوئے سب سے پیارے اللہ کو مایہ ہو
 گئے۔ آپ پر ایمان لائے اور ان کی اندوہ د
 علم سے جو حالت ہوں وہ بیان سے باہر
 دشمن نے خوشیاں منائیں لیکن جیسا کہ حضرت
 مسیح موعود علیہ السلام الوصیت میں یہ فرما
 چکے تھے :-

"سو اس عزیز جبکہ قدم سے سنت

یہی ہے کہ خدا تعالیٰ وقت قدر میں

دکھلانے یا محافل کی درجہ کوئی

خوشیوں کو پامال کر کے دکھلانے

سوا ب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ

اپنی قدیم سنت کو ترک کر دے

اس لئے تم میری اس بات سے جو میں

نے تمہارے پاس بیان کی ہے نگلیں

سمت ہو۔ اور تمہارے دل پر نشانہ

نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے

دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری

ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر

ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا

سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا

اور دوسری قدرت آ نہیں سکتی جب

تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب

جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری

قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے

گا۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی"

اس کے۔ ہاں اسی کے مطابق آپ کی وفات
 کے دوسرے روز یعنی ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو
 سوزمین قادیان میں سا جاح حاضر جماعت نے
 بالاتفاق حاجی المحرمین حضرت حکیم علی اور الدین
 صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت مسیح موعود
 علیہ السلام کا خلیفہ اول تسلیم کیا اور آپ
 کے ہاتھ پر بیعت کی اور مہدی آیا کہ آئندہ آپ کا

فرمان ہمارے لئے ایسا ہی واجب الاتباع
 رہے گا جیسا کہ حضرت موعود علیہ السلام کا تھا
 حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الوصیت
 میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے
 بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت ثانیہ کے ظہور کی
 مثال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی دی ہے
 اور یہ عجیب بات ہے کہ حضرت مسیح موعود
 علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے جس شخص
 کے ہاتھ پر صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام
 کو جمع کیا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی ہوں
 میں مشابہت رکھتا تھا۔ مہمذوں کی طوالت
 کے خوف سے میں اس وقت صرف ایک مشابہت
 کا ذکر کرتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حق میں فرمایا :-

وما لفعنی مال احد لخط ما

لفعی مالی ابی بکر (ترمذی)

یعنی مجھے کسی کے مال سے کبھی ایسا

نفع نہیں پہنچا جیسا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ

مال سے پہنچا ہے۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت مولوی نور الدین صاحب کا ذکر فرماتے

ہوئے ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں :-

"ان کے مال سے جس قدر مجھے

مدد پہنچی ہے میں کوئی ایسی نظیر نہیں

دیکھتا جو اس کے مقابل پر بیان کر

سکوں۔"

یس جیسے خادم داتا برزنی رنگ میں مقام

ذہانت پر تھے ویسے ہی خادم کا خلیفہ اولی

آقا کے خلیفہ اول کے ساتھ کمال مشابہت

رکھتا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے خلیفہ

خلافت میں جماعت کے قدموں کو مستحکم کر دیا

اور دشمن اچھوٹی خوشی پامال ہو گئی۔ اور پھر وہ

یہ خیال کرنے لگا کہ اب ان کی وفات (یعنی

حضرت مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کے بعد

سلسلہ قائم نہیں رہے گا نہیں حضرت خلیفہ

اول رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ

نے خلافت کی باگ ڈور ایک ایسے نوجوان

مرد کے ہاتھ میں دیا جس کی نسبت اس نے

اپنی وحی میں اول العزم فرمایا تھا اور

خبر دی تھی کہ وہ دنیا کے کناروں تک شہرت

پائے گا اور وہی اس سے برکت پائیں گی

چنانچہ اس کے بعد خلافت میں اپنی قدرت کا
 زبردست ہاتھ دکھایا۔ مخالفوں کو بھی بھینس
 بے سود ثابت ہوئی اور دشمن اپنے تمام
 ارادوں میں زبردستی شکست کھنوں میں
 ناکامی سے ہٹنا مجبور ہوا۔ اور وہ بات جو اپنے
 منک میں تھی اور کزور بھی جاتی تھی اسے یہ
 توضیح اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے
 عطا ہوئی کہ وہ دنیا کے بڑے بڑے مالک
 میں تبلیغ اسلام کے مراکز قائم کرے۔ اور
 سب جہ تعمیر کر دے۔ اور ہر قوم اور ہر ملک

کے لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کے عقیدے سے جمع کرے۔ چنانچہ اس موعود
 خلیفہ نے لائے تھے اس پر اپنی شمار
 (مستفیہ نازل فرمائے) دیکھ کے گناہوں تک
 شہرت پائی اور مختلف مالک میں سے
 دانی توہوں نے اس سے برکت پائی اور وہ
 اسام میں داخل ہوئیں اور اس طرح وہ
 غرض پوری ہوئی جس کے متعلق حضرت مسیح موعود
 علیہ السلام نے الوصیت میں فرمایا تھا کہ :-

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان رجوں

کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد

ہیں کیا یورپ اور کاسا انڈیا ان سب

کو جو نیک نطرت رکھتے ہیں توجید

کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین

واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا

مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں

بھیجا گیا۔"

اور حضور کا یہ فرمان تجا نابت ہوا کہ :-

یہ مت خیال کر کہ خدا تمہیں ضائع

کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک

بیج ہو جو زمین میں پویا گیا۔ خدا فرماتا

ہے کہ یہ بیج بٹھے گا اور پھولے گا

اور ہر ایک طرف اس کی شاخیں نکلیں

گی اور یہ بڑا درخت ہو جائے گا

پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان

رکھے اور درمیان میں لسنے والا ابتداء

سے نہ ڈرے۔"

اور آج وہ درخت اللہ تعالیٰ کے فضل

سے تناور ہو گیا ہے، جس کی شاخیں یورپ

امریکہ۔ افریقہ۔ ایشیا وغیرہ براعظموں میں

پھیل چکی ہیں۔ جس کا اعتراف نہ ایک دفعہ

بلکہ متعدد دفعہ دشمن بھی اپنی تحریروں کے

ذریعہ کر چکا ہے و بفضل ما شہدت

بہ الامداد

اور وہ دن جب کہ قدرت ثانیہ کا پسلی

دخوہ ظہور ہوا اور جو آئندہ کی تمام ترقیات کی

بنیادی امانت ثابت ہوا وہ حضرت مسیح موعود

علیہ السلام کی وفات کا اگلا دن یعنی ۲۷ مئی

۱۹۰۸ء کا دن ہے جو جہادِ احمیہ

مختلف سخاات پر سارہی ہے۔

درخواستہائے دعا

۱۔ خاکِ رحیمی جہاد کا اتقان دے دے
 بزرگانِ درویشی کی خدمت میں اعلیٰ کامیابی
 کیلئے درخواہ رہا ہے
 خاکِ رحیمہ احمدی ابن غلام مسیح صلی اللہ علیہ
 وسلم و احمدی لڑکے بی اسے فاضل کا
 دے رہے ہیں بزرگانِ درویشی ان ہماری
 اعلیٰ کامیابی کے لئے دعا کریں
 خاکِ شیخ عبداللہ احمدی و شیخ عبدالقادر احمدی
 محلہ شکر پور بھدرک

خلافت حقہ اسلامیہ کے بارہ میں دو اجماع

از طرف مولانا شریف احمد صاحب امینی فاضل مبلغ سلسلہ احمدیہ سی

(۱) اللہ تعالیٰ جب انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں مبعوث فرماتا ہے اور ان کے ذریعہ گمراہی اور بے دینی کو دور کر کے مسلمانوں کے تعلق کو مضبوط کرتا ہے تو یہ سلسلہ ہدایت انبیاء علیہم السلام کی وفات کے ساتھ منقطع نہیں ہو جاتا بلکہ اللہ کے بعد اسے جاری رکھا جاتا ہے کیونکہ نبی تو دنیا میں ایک ہی بار آئے ہیں۔ آج کے لوگوں کے سامنے ایک سراط مستقیم رکھ دیا جاتا ہے جس پر چل کر وہ اپنے مقصود کو حاصل کر سکتے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کا برگزیدہ انسان اپنے پاک نمونہ اور اپنی پاک تعلیم کے ذریعہ لوگوں کو صدق و وفا کے راستہ پر چلا تا اور ان میں پاکیزگی پیدا کرتا ہے اور ان کی وفات کے بعد خلفاء کے ذریعہ سے یہ کام بار آور ہوتا ہے اور اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ تکمیل اختیار کرتا ہے۔ چنانچہ ناسنت اللہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ساتھ ہی قرآن پاک میں وعدہ فرمایا کہ :-

وَيَذَرُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لِيَسْتَخْلِفُوهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا مَخَّلَفْنَا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَيُؤْتِيَهُم مِمَّا فِي يَدَيْهِمْ أَجْرًا لِيَرْضَوْا بِهِ وَيَسْتَمِئذُوا لَهُمْ لَعَلَّ يَرْتَدُّوا عَلَيْنَا فَيَقْتُلُوا الْمُؤْمِنِينَ قَتْلًا مُبِينًا (سورہ نور ۳۱)

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ساتھ جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور نیک اور ایمان کے مناسب حال اعمال بجا لاتے ہیں یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنا دے گا۔ جس طرح انہیں سے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا اور اس خلافت کے نظام کے ساتھ ان کے ساتھ ان میں دین کو مضبوط کرے گا جو انہیں ان کے لئے پسند کیا ہے۔ اور خوف و ہراس کے حالات کو تبدیل کرے گا۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس امر کی وضاحت کر دی ہے کہ وہ نیکوں کو خلیفہ بنا دے گا اور پھر اسے ان خلفاء کے ذریعہ سے دین کی مضبوطی کرے گا اور خوف کے حالات کو بدل کر امن قائم کرے گا اور اس طرح نظام خلافت کی برکات کی طرف مومنوں کی

توجہ مبذول کر دے گی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو مبعوث فرمایا ہے کہ تم اللہ کے رسول ہو اور تم اللہ کے رسول ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو مبعوث فرمایا ہے کہ تم اللہ کے رسول ہو اور تم اللہ کے رسول ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو مبعوث فرمایا ہے کہ تم اللہ کے رسول ہو اور تم اللہ کے رسول ہو۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو فریاد اور ارشادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو خوب سمجھنے والے تھے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے بعد خلافت حقہ اسلامیہ کے قیام پر اجماع کیا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے لیے خلیفہ منتخب ہوئے۔ اور ساری قوم ایک ہاتھ پر از سر نو جمع ہو گئی اور مسلمانوں میں نظام خلافت جاری ہوا۔ اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ خلافت راشدہ کے زمانہ میں مسلمانوں نے جو دینی اور دنیوی ترقیات و فتوحات حاصل کیں۔ وہ اس نظام خلافت ہی کی برکت تھی۔ اور آج بھی ایک ذاتی حقیقت ہے کہ مسلمانوں کا موجودہ منزل و ادوار اور انشانہ انشراق خلافت حقہ سے تھری روگردانی کا نتیجہ ہے۔ کاش مسلمان بھائی ارشاد ربانی اور حدیث الرسول معلوم میں خلافت کے بارہ میں بیان فرمودہ روحانی نکتہ کو سمجھیں۔

(۲) قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی پیشگوئیوں اور تشریحات کے مطابق اس زمانہ میں اسلام کی ترقی و ترقی و اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ کو مبعوث فرمایا۔ اور صہبائی مہمود بنا کر مبعوث فرمایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بعثت کے مقدس اور عظیم مشن کو نبییت کا مہیا کرنے کے لئے پورا فرمایا مگر ساتھ ہی اپنی وفات کے بعد جماعت میں نظام خلافت کے جاری ہونے کی طرف بھی جماعت کی توجہ مبذول

کر دیتے ہوئے فرمایا :- (۱) جب کوئی رسول یا شاخ وفات پاتے ہیں تو دنیا پر ایک زلزلہ آ جاتا ہے اور وہ ایک بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے۔ اگر خدا کسی خلیفہ کے ذریعہ اس کو مارتا ہے۔

(۲) رسالہ الوصیت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس امر کو صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ قدیم سے سنت ہے کہ وہ ہر زمانہ میں دو قدرتی دکھایا کرتا ہے۔ ایک اپنا موعود مبعوث کر دیتا ہے اور دوسری قدرت نبی کی وفات کے بعد ظاہر کرتا ہے جو خلافت کے نام سے موسوم ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت ابو بکر کی مثال کے

راہ میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر کی مثال کے ساتھ ہی قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی پیشگوئیوں اور تشریحات کے مطابق اس زمانہ میں اسلام کی ترقی و ترقی و اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ کو مبعوث فرمایا۔ اور صہبائی مہمود بنا کر مبعوث فرمایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بعثت کے مقدس اور عظیم مشن کو نبییت کا مہیا کرنے کے لئے پورا فرمایا مگر ساتھ ہی اپنی وفات کے بعد جماعت میں نظام خلافت کے جاری ہونے کی طرف بھی جماعت کی توجہ مبذول

بادیہ نشین مرتد ہو گئے اور صحابہ بھی ماسے علم کے دیوانے ہو گئے۔ ت خدا تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا۔ (الوصیت)

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو قدرت ادنیٰ کے مظہر تھے جب ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو وفات پانگے تو ۲ مئی ۱۹۰۸ء کو قادیان میں حضور علیہ السلام کی تدفین سے قبل جماعت احمدیہ میں رسالہ الوصیت کے مطابق قدرت تائبہ کے ظہور یعنی خلافت کا نہ صرف قیام عمل میں آیا بلکہ قوم کا اس خلافت حقہ اسلامیہ پر اجماع بھی ہوا۔ چنانچہ حضرت مولانا نور الدین صاحب بھی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سید خلیفہ مستحق طور پر منتخب کیا گیا اور اس وقت علامہ ابن اور ممبران مجلس محمدین کی طرف سے جو اعلانے شائع ہوئے ان میں اس امر کی صراحت کی گئی کہ :-

(۱) "کل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی جس کی تعداد اس وقت بارہ سو تھی دالاسانہ حضرت حاجی محمد شریفین جناب حکیم نور الدین صاحب کو آپ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا۔" (۲) "مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام مذہب رسالہ الوصیت ہم احمدیوں جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں، اس امر پر صدق دل سے مستحق ہیں کہ اول المرءین حضرت حاجی مولوی حکیم نور الدین صاحب کے ہاتھ پر احمد کے نام پر تمام احمدی جماعت موجودہ و آئندہ نئے جماعت کریں اور حضرت مولوی صاحب موعود کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ الہام ہو گا جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا تھا۔"

(بدر ۳۱ جون ۱۹۰۸ء) اس اعلان کے نیچے شیخ رحمت اللہ صاحب خوجہ کمال الدین صاحب مولوی محمد علی صاحب مولوی غلام حسن صاحب شادری مرزا اختر علی صاحب ایک صاحب اور ڈاکٹر اشرف احمد صاحب دیگر ہم کے دستخط ثبت ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد سنت اللہ کے مطابق قیام کے سال میں بھی نظام خلافت جاری ہوا اور اس خلافت احمدیہ پر جماعت احمدیہ کا اجماع اور اس امر پر بھی کہ اس خلافت احمدیہ قیام کا ذکر رسالہ الوصیت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد و سنت کے ساتھ احمدیہ میں یہ نظام خلافت جاری ہے۔

اے بھی وہ گئے بھی وہ ختم فسانہ ہو گیا

مخبر فرمودہ حضرت تیبہ نواب مبارک بیگم صاحبہ مظلہ العالی

کیا کیا نہیں یاد آ رہا۔ داؤد احمد مرحوم پیدا ہونے والے تھے ۱۹۲۲ء کا ذکر ہے۔ میں حضرت اماں جان کے ہاں جاتے وقت رستہ میں مانی جان صاحبہ بیگم امم داؤد مرحومہ کو ملنے ان کے مکان میں لڑے ماموں جان کی کوٹھی میں ان کا قیام تھا ٹھہرنے لگی۔ انہوں نے کہا میں نے خواب بوقت سحر دیکھا ہے کہ کسی شخص نے باہر سے پکار کر کہا افسر لنگر خانہ آ رہے ہیں تو شام اور مبارکباد کی آواز معلوم ہوئی۔ میں نے کہا اس کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کے ہاں لڑکا اس وقت تو پیدا ہو گا اور لنگر بیگم موعود علیہ السلام کا کام کرے گا۔ داؤد احمد مرحوم پیدا ہوئے سبب خاندان کیلئے بہت خوشی کا دن تھا۔ وہ خدمت سے گئے سب کے دل آج صبح تمام جماعت ان کی جدائی سے غموم ہیں۔

وہ خادم دین تھے اور ہر خدمت دل و جان سے بجالانے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجہ بلند فرمائے اور ان کی اولاد میں نیک خادم دین ہوں۔ ان کو بشارتیں پہنچتی رہیں۔

بیگم موعود علیہ السلام کا انکا صرف وہ درویشوں کی روٹی والا لنگر نہیں بلکہ آپ کا روحانی لنگر اس سے بہت بڑھ کر تاقیامت ہے۔ سب سے بڑھ کر جہاد ہے گا۔ آپ کے خلیفہ اور خلیفہ کی قیادت میں روحانی لنگر اور آپ کے روحانی خزانوں کو تقسیم کرنے والے تقسیم کرنے کے اور تمام عالم کو ہدایت مستفید ہونا ہے گا۔ اس روحانی لنگر کا بھی ایک خادم خاص ہمارا داؤد مرحوم تھا اور جسمانی لنگر کا بھی خدمت جملہ سالانہ کی وجہ سے خدمت درویشان میں بھی پیش پیش رہا ایک بہت مخلص اور مبارک وجود تھا جو ہم سے رخصت ہو کر اپنے سولہ لاکھ حضور میں سرخرو ہو کر حاضر ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جس دن تابوت اٹھا، گھبرا کر تمام شب مجھے نیند نہیں آ سکی۔ ہر بات اس کی یاد

آتی رہی اور اس کے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔ نیم خواب میں بھی اور ہوشیار ہو کر بھی۔

داؤد احمد مرحوم مجھ کو لے کر چیز نہیں۔ مگر اب اس کی خدمات کے عوض ہمارا فرض دعا ہے صرف دعا، اور یہی اس کی خدمت ہے جو اس کی اور ہر خادم دین مرحوم کی بجا لا سکتے ہیں۔ اسی حالت میں بجز کسی غور و فکر کے دو شعر میری زبان پر کیے بعد دیگرے جاری ہوئے جو یہ ہیں۔

۱- خوبیاں بھردی کھینیں مولے نے دلِ داؤد میں

خادم محمود پہنچا خدمتِ محمود میں

۲- سو پناہ تھیں خالق و مالک کی اماں میں

سوئے ہو یہاں آنکھ کھلے باغِ جنوں میں آہن

میری دعا رہتی ہے کہ ہماری سب کی اولادیں نسلیں تمام حقیقی مسلمان

خادم دین بنیں۔ ہر فرد واقف زندگی نہیں بن سکتا تو بھی سب ہماری

اولادیں نسلیں ہمیشہ تاقیامت جس لائن میں بھی جائیں محترم تبلیغ نہیں م

(باقی کام ص ۲۰ میں)

ایک ذوقی نکتہ

میں آج میں ایک ذوقی نکتہ کا طرف احباب کرام کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ جب سے قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی پیشگوئیوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے مطابق مسلمانوں میں نظامِ خلافت قائم ہوا ہے مسلمانوں کی خرد ساختہ اور اہم بنیاد ترکیبِ خلافت کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ اور اس کے بعد مسلمانوں نے جب بھی اس نظامِ خلافت کے قیام کی کوشش کی اور کسی شخص کو خلیفۃ المسلمین بنانے کی کوشش کی تو اس طرف ان کی یہ کوشش بوجہ انتشار و اختراچ کامیاب نہ ہو سکی تو دوسری طرف مجوزہ خلیفہ نام کام نامراد دنیا سے گزر گیا

پس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب خدا تعالیٰ کے مشاہد کے مطابق جو خلافت حقہ اسلامیہ جماعت احمدیہ میں قائم ہو چکی ہے وہی دینی اور دنیوی برکات کی حازر ہے اور مسلمان اگر موجودہ تنزل و ادوار سے نظر اٹھاتے ہیں تو پھر اس کی صرف ایسی صورت ہے کہ وہ اس خلافت حقہ اسلامیہ کے دائرے سے وابستہ ہو جائیں۔ کیونکہ اب جسدِ اللہ فسطوح ہے انجی عسلہ کے فرمان نبوی صلعم کے مطابق خلیفہ کی رحمت و برکت کا حصول اسی خلافت احمدیہ سے تعلق پیدا کرنے سے ہو گا۔ اور کوئی خرد ساختہ نظامِ خلافت اسلام کی کشتی کو بھونکے نہیں نکال سکتی۔ یہی تقدیر الہی ہے کاش! اہل اسلام آسمانی صداقتوں کو شناخت کرنے کی توفیق پائیں۔

مخبر فرمودہ ان محمد شہد بطنہ

اور حضرت مولانا نور الدین صاحب خلیفہ اول کی وفات (۱۹۱۴ء) کے بعد اس منصبِ خلافت پر اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب المصلح الموعود کو فائز فرمایا اور نصف صدی سے زائد اس منصبِ خلافت پر متمکن رہے اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچانے کا انتظام فرمایا۔ اور خود بھی حسب بشارت زمین کے کناروں تک شہرت پائی اور جماعت کو بھی ایک بین الاقوامی حیثیت حاصل ہو گئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ باسعادت کے بعد نومبر ۱۹۶۵ء میں اللہ تعالیٰ نے اس منصبِ خلافت پر حضرت حافظ صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایہ اللہ تعالیٰ کو فائز فرمایا اور آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلیفہ ثالث ہیں اور اب حضور کے عہدِ خلافت میں اشاعتِ اسلام کا فریضہ شاندار طریق پر کثافت عالم میں ادا کیا جا رہا ہے۔ اور حضور کا عہدِ خلافت روحانی ترقیات و فتوحات کا دور ہے۔ الحمد للہ

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور انور کو صحت و سلامتی والی لمبی زندگی عطا فرمائے اور خلافت کی برکات سے ساری جماعت بلکہ ساری دنیا کو متمتع فرمائے اور ہمارے بھائی بولنے مزد ساختہ نظریات کو وجہ سے نظامِ خلافت سے برگشتہ ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بھی نظامِ خلافت سے وابستہ ہونے اور اس کی قدر کرنے کی توفیق دے۔ کیونکہ نظامِ خلافت ہی سے اسلام کی حقیقی سر بلندی وابستہ ہے اللہم آمین۔

۲ اور سب کا نصب العین اور مفضلہ اویں خدمت دین ہے۔ آمین یا رب کریم۔ مبارک جوڑے ملتے جا میں اور تا قیامت چراغوں سے چراغ جلتے جائیں۔ سب رخصت ہونے والوں کو بشارتیں پہنچتی رہیں اور وہ ہاں باغِ باغ ہوں اللہ تعالیٰ کی آغوشِ رحمت میں۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں۔ آپ کے فرزندِ حبیبی مسیح موعود علیہ السلام کے پاس یہ میری دعا ہم سب یعنی اولاد، نسل حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور تمام خدام دین اور تمام جماعت کی اولادوں انیسویں کے لئے درودِ نکل ہوئی دعا رہتی ہے۔ خدا ہمیشہ مجھے بھی توفیق دعا بخشنے اور قبولیت دعا کا شرف دے اور

مرحمت لاجواب ہو جائے

مغفرت بے حساب ہو جائے

والسلام

مبارک

آمین

اسلام کا شاندار نظام

نظام خلافت

از جناب پروفیسر سی خلیل احمد صاحب نامہ عربی اے

توزوں کی تنظیم، انیسادوں کے باہمی ربط و معاملات، ایک دوسرے کے حقوق کی صورت اور ان کی اور حفاظت، اور گھر آبادی، وطن اور دنیا کے امن کے قیام کے لئے نظام کی ضرورت ہے۔ نظام ایک ایسا ضابطہ ہے جو ہر ایک کے حقوق کے دائرہ اور حدود کو متعین کرتا ہے اور بعض انہوں کو دوسروں کے حقوق کی حفاظت کے فرائض و اختیارات دیتا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو دنیا کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے کیونکہ

۱۔ معاملات صحیح طور پر نہ ہو سکیں گے۔ معمولی اختلاف کو سمجھانا بھی مشکل ہو گا۔ لوئی ذمہ دار ہستی نہ ہوگی جس کی طرف اختلاف کو لوٹا کر اس سے منع لیا جاسکے۔

۲۔ ظلم و تعدی، دہشت درازی اور دوسروں کے حقوق پر غصب کے خلاف کوئی طاقت کو شش کرنے والی نہ ہوگی۔

۳۔ امن بالکل تباہ ہو جائے گا۔ جان مال عزت و آبرو کچھ بھی محفوظ نہ رہے گا۔

۴۔ جو ضروریات اجتماعی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں مثلاً سرکاری ذرائع آمد و رفت اور بیرونی دشمن کے مقابلہ میں حفاظت وغیرہ ان کا انتظام کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔

الغرض نظام کے بغیر انسانی زندگی کا امن بالکل تباہ و برباد ہو جائے اور بالخصوص اجتماعی زندگی کا کوئی سامان نہیں رہتا۔ انسان کو خدا تعالیٰ نے بنایا ہی ایسی زندگی کے لئے ہے جو دوسرے انسانوں سے مل کر بہتر نامہ و حد سے بسر ہو۔ پس یہ مفہد نظام کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا۔ لہذا نظام ایک ایسی ضرورت ہے جس کے بغیر گزارہ ہی نہیں۔ دنیا میں مختلف نظام کام کر رہے ہیں بعض مذہبی ہیں۔ بعض مذہب اور دنیا کا امتزاج ہیں اور بعض خالصاً دنیوی ہیں۔ اسلام کا نظام اس لحاظ سے سب پر فائق ہے کہ اسلامی نظام ہر انسان کو اس کا پورا اور داہمی حق دینے کا انتظام کرتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر راہی ہے اور اس کی مذہبی، روحانی، فنی و علمی کی تربیت کا بھی انتظام کرتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ انفرادی اور اجتماعی ہر قسم کے امن کا محافظ ہوتا ہے۔

پس اسلامی نظام دنیا کے جملہ نظاموں پر ہر لحاظ سے کامل فوقیت رکھتا ہے۔

اسلامی نظام کا نقشہ

اسلامی نظام خدا تعالیٰ کی ذات جامع صبح کائنات سے شروع ہوا ہے۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے فرمایا: **ذَٰلِكَ أَدَبُ الْأَعْرَابِ مِمَّا كَفَرْنَا بِكَ وَ تَوَلَّىٰ أَصْحَابُنَا الْأَمْرَ وَمَا كَفَرْنَا بِكَ إِلَّا فِي طَمَعِنَا أَن نُّدْعِيَٰكُم بِأَسْمَاءِ الْبَنَاتِ لَعَلَّآ نَكُونَ مِنَ الْمُتَكِبِرِينَ** (اسلامی نظام مرجع اور منبع ہی اعلیٰ ترین ہے۔ اسلام ہر بات کا ناسخ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہر چیز کو ہر قوم میں اپنے سرسبز کرنے سے دنیا کی بات کا سامان نازل کرنا سنا ہے اور اعلیٰ ناقص سے نہیں بلکہ الہام کی روشنی سے دلوں کو اطمینان اور حقیقی تعلقات میں ہدایت بخشتا ہے۔ پس سب سے پہلے اسلامی نظام کی نفسیت کی دلیل یہ ہے کہ یہ انسانی ناقص عقل کا کوتاہ خیال نہیں بلکہ اس علیم و خبیر ہستی کا نازل کردہ ہے۔

خدا تعالیٰ کے بعد انسانوں میں اسلامی نظام کی اعلیٰ ترین کڑی انبیاء ہیں۔ انبیاء کے ارشادات اور نافذ کردہ قوانین کی بنیاد چونکہ الہام الہی پر ہوتی ہے اس لئے وہ ضرورت زمانہ کے عین مطابق اور لوگوں کے حالات کیلئے صحیح طور پر مناسب ہوتے ہیں۔ انبیاء کے بعد ان کے قائم مقام خلفاء کا زمانہ آتا ہے۔ یہ خلفاء انبیاء کے قوانین اور ان کے مقرر کردہ ضوابط کے حامل اور انہی کو چلانے والے ہوتے ہیں ان خلفاء کو مومنین کی جماعت استحقاق کے لحاظ سے منتخب کرتی ہے اور چونکہ یہ لوگ نبی کے تربیت یافتہ اور اس کے خداداد مشق کو سمجھنے والے اور اس کے چلانے کی اہلیت رکھنے والے ہوتے ہیں اس لئے وہ خدا تعالیٰ کی وحی کے ساتھ ٹھہرے نہیں ہوتے مگر خدا تعالیٰ اپنی تقدیر و خاص کے ماتحت ایسا تصرف فرماتا ہے کہ مومنین کے قلوب خود بخود خلافت کے اہل شخص کی طرف پھرتے ہیں۔ اس لئے گویا اسلامی نظام کا نبی کے بعد حاکم اعلیٰ یعنی خلیفہ بھی گویا خلیفہ ہی بنا لیا ہے۔ کیونکہ باوجود اہل ہر انتخاب کے دراصل ہر قسم کے خلیفہ کے انتخاب میں خدا کا محض یا نقد نام کرنا ہے۔ پس ہر وہ یہ انتخاب بھی سارے عمر کے لئے ہوتا ہے پھر کسی انسان کا حق نہیں رہتا کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے داخل دے کر خلیفہ کے عزل کے متعلق

کبھی شکر ہے۔ ادھر خلیفہ کا بھی فرض مقرر کرنا ہے کہ وہ ساری عمر ملک کی بہتری کے لئے صرف کرے۔ بیت المال کا اپنے ملک کی ضروریات کے لئے صحیح استعمال اس کا فرض ہے۔ اس کا گزارہ بھی مجلس شوریٰ مقرر کرتی ہے نہ کہ از خود خلیفہ کا فرض مقرر کیا گیا ہے کہ وہ ایک مجلس شوریٰ کے ذریعہ سے ملک کی عام رائے دریافت کرتا ہے اور جب ضرورت ہو عام اعلان کر کے تمام افراد کی رائے حاصل کرے تاکہ اگر کسی وقت ملک کے نایزدوں اور ملک کی عام رائے میں مخالفت ہو جائے تو اسے ملک کی عام رائے کا علم ہو سکے۔ خلیفہ عام حالات میں کثرت رائے کا احترام کرتا ہے لیکن چونکہ اس کا منصب اور مقام ایسا ہے کہ وہ ہر قسم کی سیاسی جنبہ داری سے پاک ہوتا ہے اسے کوئی ذاتی نائدہ مد نظر نہیں اور وہ اپنی رائے کے لحاظ سے بے تعصب ہے اور اسے خدا تعالیٰ کی خاص نصرت حاصل ہے اس لئے اس کو اہم اور خاص ضرورتوں کے موقع پر شوریٰ کے فیصلوں کو مسترد کرنے کا بھی اختیار دیا گیا ہے۔ اسلامی خلیفہ خود مختار بھی ہے کہ وہ شوریٰ کے فیصلوں کو مسترد کر سکتا ہے مگر وہ پابندی بھی ہے کیونکہ اسلام کے مقرر کردہ نظام کو بدلنے کا اسے اختیار نہیں ہے نہ منتخب ہے کہ لوگوں کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ اس کا انتخاب کر لے مگر وہ یا نبی سمیت بھی رکھتا ہے کیونکہ الہی شریعت نے اس کے لئے یہ طریق کار تجویز کیا ہے کہ سوائے کسی غیر معمولی ضرورت کے اہم امور میں کثرت رائے کے خلاف نہ جائے۔ اس کو اپنی ذات کے لئے بیت المال پر تصرف عام نہیں۔ اس کو عمر بھر اس کے عہدہ سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ اور وہ خدا تعالیٰ کی خاص نصرت کا پابند ہوتا ہے۔ اسلامی خلیفہ کا عہدہ سبوری نہیں

خلیفہ کے بعد جو دوسرے درجہ کے حکام ہیں ان کے طریق انتخاب کے متعلق اسلام نے کوئی پابندی نہیں لگائی تاکہ حالات کے موافق و مطابق ان کا تقرر ہو۔ پس اسلامی طریق حکومت دوسرے تمام طریق سے اعلیٰ اور فائق ہے کیونکہ

(۱) بہترین طریق یا نبی حکومت پر مشتمل ہے

(۲) پارٹی بازی جو آج کل کی حکومتوں کی لعنت اور مغربی تہذیب کی لڑائی ہوئی چیز ہے اس سے بڑا ہے۔

(۳) مذہبی۔ اخلاقی تمدنی اور علمی ترقی

اور اصلاح عام پر مادی ہے کسی حکم کو نظر انداز نہیں کرتی۔

- (۴) اسلام حکومت کو امانت سمجھتا ہے اور امانت کے حقوق کی صحیح ادائیگی کی طرف رعایا اور راجی دلوں کو توجہ دلاتا ہے۔
- (۵) اسلامی حکومت درشت نہیں آتی۔ کوئی شخص محض بیادہ ہونے کے سبب سے لوگوں کی گردلوں پر حکومت کا جوا نہیں رکھ سکتا۔

نظام خلافت ضروری ہے

- دنیا کی دنات کے بعد نظام خلافت کا قیام ضروری ہے مختصراً اس کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں:-
- (۱) دنیا دنیا میں روحانی اور اخلاقی لحاظ سے ایک انقلاب برپا کرنے کے لئے آئے ہیں۔ مگر ان کی زندگی میں اس اعلیٰ مفہد کی تعمیر پوری ہوتی ہے نہ کہ تکمیل۔ اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے نبی کے قائم مقام کا قیام ضروری ہے۔
- (۲) نبی کے بعد مومنین میں وحدت کا قیام ضروری ہے۔ کیونکہ دنیا کی آمد کا بڑا مفہد یہ ہوتا ہے کہ وہ پراگندگی و انتشار جو ان کی آمد سے قبل موجود تھا اس کو دور کر دے۔ پس خلیفہ کا کام بھی وحدت کا قیام اور ترقی تنظیم اور شیرازہ کا قیام ہوتا ہے جس سے بغیر کام نہیں چل سکتا۔
- (۳) نبی کی دنات پر اس عظیم الشان وجود کے فقدان کی وجہ سے لوگوں میں ایک زلزلہ سا آجاتا ہے۔ پس جماعت کو اتلا سے بچانے اور حضرات کی آگ سے محفوظ رکھنے کے لئے خلیفہ کا وجود ضروری ہے تاکہ انے والا خطرہ **لَا يَلْبَسُونَ ثِيَابًا مِّنْ دُونِهَا** کے ماتحت امن میں تبدیل ہو جائے
- (۴) خدا تعالیٰ کے فضل کے جذب کے لئے بھی خلافت کا وجود ضروری ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ لَنُفِّسَنَّ مِنْ دُونِكَ** (۵) جنسوں پر غلبہ پانے کے لئے بھی خلافت ضروری ہے کیونکہ **الْإِنَّمَا جُئِنَّا بِكَ** میں دراصل یعنی امام ایک دھمال ہوتا ہے اور مومن اس کے چھپنے سے لڑائی کرتا ہے۔
- ۶۔ جماعت کی تربیت اور نگرانی کا ذمہ خلیفہ کے سپرد ہے جس کا نبی کے بعد جوا رہتا ہے اور اس ضروری ہے۔
- (۷) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **مَا كَانَتْ بَشَرَةٌ قَطُّ إِلَّا تَتَّبِعُ خَلْفَةَ** (کثیر العمل جلد ۶ ص ۱۰۸) نہ کسی بھی کوئی شخص نبوت کا منصب پا کر نظر نہیں دے گا اس کے بعد خلافت تمام ہوگی۔ پس نبوت کے بعد خلافت کا وجود ضروری ہے۔
- خلیفہ خدا بنا تا ہے

اسلامی خلافت کا تصور اور اس کا عملی ثبوت

از مکرم مولوی محمد انعام صاحب غوری مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں۔ یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ لغت میں اس کے معنی یہ ہیں الخلیفۃ من یقوم مقام الذاہب خلافت کی دو اقسام ہیں (۱) خلافت اللہیہ یعنی نبوت (۲) خلافت علی منہاج النبوت جو نبوت کا تتمہ اور تکملہ ہوتی ہے۔ اول الذکر خلافت کے ضمن میں قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات پیش ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اننی جاعل فی الارض خلیفۃ" حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق فرمایا "یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض"۔

مؤخر الذکر خلافت کا استدلال مندرجہ ذیل آیت سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "لو وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم...." (سورۃ النور آیت ۵۶) یعنی اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال علی کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنا دے گا۔ جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا دیا تھا۔ دراصل اس آیت کریمہ میں ہر دو خلافتوں کا یعنی خلافت اللہیہ اور خلافت نبویہ کا بصرہ ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں است محمدیہ کو وعدہ دیا گیا ہے کہ اے مسلمانو! جس طرح تم سے پہلے امتوں میں خلافت کا سلسلہ چلتا رہا ہے بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ تم میں خلافت کو جاری فرمائے گا۔ اور ظاہر ہے موسوی سلسلہ میں ہر دو قسم کی خلافتوں کا سلسلہ چلتا رہا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ کے بعد یوشع خلیفہ ہوئے جو خلافت علی منہاج النبوت کے طریق پر خلیفہ تھے۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام بھی موسوی سلسلہ کے ایک خلیفہ تھے۔ لیکن نبوت کے مقام پر فائز تھے۔ غرض کہ کما کا لفظ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ امت محمدیہ میں بھی ہر دو قسم کی خلافتوں کا سلسلہ جاری ہو۔

اس وقت مؤخر الذکر خلافت یعنی خلافت علی منہاج النبوت کے متعلق اسلامی نظریہ اور اس خلافت کا عملی ثبوت ہدیہ قارئین ہے۔

ضرورتِ خلافت

عقل اور شریعت دونوں ہی اس امر کا تقاضا کرتی ہیں کہ قوم کے نظم و ضبط کے لئے ایک حاکم با اختیار ہو۔ اور امت کی پیشوائی کے لئے ایک ایسا اعلیٰ نمونہ ہو جس کی طاقت کا سرچشمہ امت ہی کی طاقت ہو۔ مطلب یہ کہ شریعت اسلامیہ، وحدت قوم و ملت اور اس کی دینی و دنیوی ترقیات اور شرعی احکام کے نفاذ کے لئے ایک ایسے راہنما کا تقاضا کرتی ہے جو نبی کا نقل اور اس کے اوصاف سے اس طرح متصف ہو کہ اس کے حق جانشینی کو اولاً گرتے ہوئے اس بیچ کی جو نبی اور مامور وقت کے ذریعہ دیا گیا تھا آبیاری کر کے اس کو سایہ دار درخت بنا دے۔

طریق انتخابِ خلافت

ورثہ میں نہیں آسکتا بلکہ یہ ایک مقدس امانت ہے۔ جو مومنوں کے انتخاب کے ذریعہ جماعت کے قابل ترین شخص کے سپرد کی جاتی ہے۔ چنانچہ تمام مسلمان یا مسلمانوں کے نمائندے جنہیں اہل حل و عقد کہا جاتا ہے یا وہ گروہ جس کے سپرد مسلمان اپنے قومی مسائل کو دین خلیفہ کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ اس طریق پر نظر کر کے خیال گذرتا ہے کہ یہ تو عین جمہوری نظام ہے لیکن ایسا نہیں بلکہ اسلامی نظامِ خلافت کا تصور

تصور جمہوری نظام اور ڈکٹیٹر شپ کے بین بین ہے۔ جمہوری نظام اس لئے نہیں کہا جاسکتا کہ بظاہر انسانوں کی رائے سے خلیفہ کا انتخاب ہوتا ہے لیکن درپردہ اس انتخاب میں خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اور دراصل خدا تعالیٰ ہی خلیفہ بنا تا ہے۔ جیسا کہ فرمایا لیستخلفنہم فی الارض یعنی انہیں خدا تعالیٰ ہی زمین میں خلیفہ بنا تا ہے۔ چنانچہ بجز موت کے اور کوئی طاقت اسلامی خلفاء سے خلافت کا چادر نہیں چھین سکتی جبکہ جمہوری نظام میں ہم دیکھتے ہیں کہ صدر کا انتخاب عیادہ ہوتا ہے۔ اور عوام جہاں انہیں کسی پر بیٹھانے کی طاقت رکھتے ہیں وہاں کسی سے اتار بھی سکتے ہیں۔ دوسری طرف خلافت اسلامیہ کو ڈکٹیٹر شپ کے نظام سے جو تشبیہ نہیں دی جاسکتی۔ کیونکہ ایک تو یہ کہ خلیفہ کو مشورہ لینے کا حکم ہے دوسرے اس کے متبعین اس کی اطاعت اور امت اور حکومت کا جزو الطبی طور پر اپنی گردنوں پر رکھتے

ہیں نہ کہ جبری طور پر۔ اللہ تعالیٰ نے داسرہم مشورئ بینہم کے تحت خلیفہ کو مجلس شوریٰ کے قائم کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ تاکہ وہ قوم سے مشورہ لے سکے۔ لیکن ان کے مشوروں پر عمل کرنے کا قطعی طور پر پابند نہیں بلکہ اُسے اجازت دی گئی ہے کہ فاذا عزمت فتوکل علی اللہ۔ مومنوں کے لئے یہ حکم ہے کہ جب مشورہ کے لئے بلایا جائے تو حاضر ہوں۔ اور اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق اپنے مشورے پیش کریں۔ اگر ان کا مشورہ قبول کر لیا گیا تو وہ نصیب و رزق معاً و طاعت میں ہی ان کی بھلائی ہے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ان کے کسی مشورہ پر خلیفہ وقت کو شرع صدر نہ ہو اور اس کے قبول کرنے اور اس کے مطابق عمل درآمد کرنے میں اس کی فراست جو تمام موجود الوقت افراد سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے کوئی قباحت محسوس کرے تو ان کے مشورہ کو رد کر سکتا ہے۔ اور یہیں پر اگر یہ نظام جمہوری نظام کی قیود سے آزاد ہو جاتا ہے۔ ورنہ خلیفہ قوم کے ہر قسم کے مشوروں پر عمل کرنے کا پابند ہو جائے تو وہ حاکم با اختیار نہیں رہ سکتا۔

خلیفہ کا مقام اور اس کے فرائض

خلیفہ کا وجود چونکہ نبی اور مامور وقت کا قائم اور جانشین ہوتا ہے اس لئے علم و فضل میں فراست میں۔ اخلاقِ فاضلہ میں اور روحانیت غرض کہ ہر چیز میں امت کے تمام افراد پر فوقیت رکھتا ہے۔ اور اسلئے اپنے مرتبہ و مقام کے لحاظ سے نہایت نمایاں حیثیت کا حامل ہوتا ہے۔ اور امت کے تمام افراد پر اس کے ہر حکم کی اطاعت اور ہر فعل کی تقلید لازم ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ روحانی پیشوا اور ایک اعلیٰ نمونہ ہوتا ہے۔

چونکہ خلافت نبوت کا تتمہ اور تکملہ ہوتی ہے اور عظمتِ غائی اس کی یہ ہے کہ نبی کے جاری کردہ مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچائے اس لئے خلیفہ کے ذمہ وہی کام ہوتے ہیں جو نبی کے ہوتے ہیں۔ یعنی تلاوت آیات۔ تعلیم کتاب۔ وحکت اور تزکیہ نفس۔ اس کے ساتھ ساتھ دین کی نمائندگی کے سامان کرنا اور بیرونی حملوں کا دفاع اور اندرونی خرابیوں اور بدانتظامیوں کی اصلاح۔ اور مومنوں کے خوف کو امن سے تبدیل کرنا اور قوم کے اندر وحدت اور اجتماعیت کو برقرار رکھنا اس کے اہم کاموں میں شامل ہیں۔

چنانچہ ایک شخص جس کو خدا تعالیٰ اپنی قدرتِ ثانیہ کے ظاہر کرنے کے نتیجے میں اٹھاتا اور مسندِ خلافت پر بٹھاتا ہے تو قوم اس طرح مطمئن ہوجاتی ہے جس طرح ایک بچہ اپنی ماں کی گود میں آرام پاتا ہے۔ یا ایک رٹائی کے میدان میں گھر شخص کسی مضبوط ڈھال کے آسرے میں آجاتا ہے۔

اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الامام جنتہ یقاتل من ورائہ" خون کی حالت میں بھی قوم آرام کی فیند سوتی ہے جبکہ خلیفہ جاگ جاگ کر شہر کے ہر دروازہ پر نگہبانی کرتا ہے۔ کسی کو بھوک لگتی ہے تو خلیفہ وقت سے زیادہ کرتا ہے کوئی بیمار ہوتا ہے تو وہ بھی خلیفہ وقت سے دعا کی درخواست کرتا ہے۔ کوئی پریشانی یا مصیبت نازل ہوتی ہے تو خلیفہ وقت کا درگھٹکاٹتا ہے۔ غرض کہ قوم کے افراد کے دلوں کی دھڑکنیں خلیفہ وقت کے دل میں سنی جاسکتی ہیں۔ وہ ایک ایسا قالب ہوتا ہے جس میں قوم کے تمام افراد کی جانیں ہوتی ہیں۔ یہ ہے اسلامی خلافت کا تصور! شخصی خلافت کا تصور! جس کا تقدس، جس کے اعلیٰ اخلاق، جس کی اعلیٰ رہنمائی اور اس کے دل میں قوم کے لئے درد اور محبت اور شفقت کا بے پناہ جذبہ جو قوم کے ہر فرد کے دل کو اس کی طرف ایسا کھینچتا ہے کہ جب وہ دربارِ خلافت میں حاضر ہوتا ہے تو فرطِ محبت کہئے یا تقدس کا رعب، اس سے آنکھیں چار نہیں کر سکتا۔ لیکن بے اختیار اس کے دست مبارک کو چومتا ہے، اس کے انگ انگ سے اپنے آپ کو مس کرتا ہے۔ تاکہ اس جسم برکت سے تبرک حاصل کر سکے۔ مسترض کہتا ہے کہ یہ شخصی پرستش ہے حالانکہ یہ تو خدا کے محبوب کا محبوب ہے اور ع

حبیب الی قلبی حبیب حبیب کہ میرے محبوب کا محبوب بھی مجھے سجد محبوب ہے حجرا سود کو بوسہ دینا جائز ہے تو یہ تو پھر بھی انسان ہے فت بدتر۔

اسلامی خلافت کا عملی ثبوت

آفتاب غروب ہوا۔ اور شام سیاہ لباس پہنے ماتم کرنے لگی اور ہر طرف ایک خوشی اور اداسی کا سا عالم طاری تھا، افسردہ دلوں سے آہیں بلند ہونے لگیں۔ اور چشم ہائے عمیقین آنسو بہانے لگیں تب حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ رُوح فرسا شعر کہا تھا

کنت السواد لنا ظری فی عینک المناظر
من شاء بعدک نلیمت فلیک کنت اعاذر
اور حضرت محمد رضی اللہ عنہ جیسے بہادر شخص نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا خبر سن کر تلوار سونت لی کہ جو یہ کہے گا کہ آنحضرت مسلم فوت ہو گئے ہیں میں اس کا گردن اڑا دوں گا۔ اور اس طرح تمام صحابہ مارے غم کے دیوانوں کی طرح ہو

رہے تھے اور کئی بادہ نشین اور کمزور ایمان والے مرتد ہونے کی سوچ رہے تھے۔ اور سب سے بڑھ کر جو اندیشہ لاحق تھا وہ یہ کہ سیح کے یہ دانے دھاگے کے ٹوٹ جانے سے اب ضروری منتشر ہو جائیں گے۔ میر کارواں کی عدم موجودگی میں اس قافلہ کا سفر اب یقینی طور پر رُک جائے گا۔ اور گاڑی کے یہ ڈبے بغیر انجن کے کیونکر اور کس طرح اپنی منزل تک پہنچ سکیں گے۔ غرض کہ صحابہ پر ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا صدمہ ٹوٹ پڑا تھا، دوسری طرف امت کا شیرازہ بکھرنا نظر آ رہا تھا۔ اور اس غم پر غم کے نتیجے میں وہ بے جان جموں کی طرح ہو رہے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کے ہاتھوں سے انہیں سنبھال لیا۔ اور ان کے غمگین دلوں کی تسکین کے سامان کئے اور ان کے شیرازہ کو مجتمع رکھنے اور ان کی دینی و دنیوی ترقیات کے لئے اپنے وعدہ کے مطابق اپنی قدرتِ ثانیہ کو ظاہر فرمایا جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد یوشع کے رنگ میں اور حضرت یحییٰ ناموسی کے بعد یطرس کے رنگ میں ظاہر ہوئی تھی۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جو تمام صحابہ سے علم و فضل، تقویٰ و روحانیت میں بڑھے ہوئے تھے مسندِ خلافت پر متمکن فرمایا۔ آپ کا مسندِ خلافت پر متمکن ہونا تھا کہ بے قرار دلوں کو آرام آگیا منتشر ہونے والا شیرازہ مجتمع ہو گیا۔ بغاوت پر آمادہ جو سر بند ہو رہے تھے وہ نگوں ہو گئے اور خدا کی قدرت دیکھتے کہ حضرت ابوبکر جیسار تین القلب انسان انتظامی امور میں ایسا سخت ہو گیا کہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں لیت و عمل کرنے والوں کو فرمایا، یاد رکھو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اگر کوئی اونٹ باندھنے کی رسی دیا کرتا تھا اس کے دینے سے بھی اب انکار کرے گا تو اس کے خلاف میں جہاد کر دنگا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ جیسے بعد دیگرے مسندِ خلافت پر متمکن ہوتے رہے۔ اور ان خلفاء کرام کے عہدِ باسعادت میں اسلام روز افزوں ترقی کرتا گیا۔ اور ہر میدان میں مسلمان چھا گئے اور اپنے علوم و فنون، تقویٰ و روحانیت سے ایک دنیا کو درطہٴ حمت میں ڈال دیا۔

۵

مسلمانوں کا تنزل اور خلافتِ راشدہ کا التواء اور دوبارہ شروع ہونے کا ذکر

جب مسلمان مومن نہ رہے اور اعمالِ صالحہ سے ہاتھ دھو بیٹھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق ان میں زوال آنا شروع ہو گیا تو تیس سال کے بعد خلافتِ راشدہ کا زمانہ ختم ہو گیا اور مسلمان اس عظیم نعمت سے محروم ہو گئے۔ اور اس کے بعد ظالم بادشاہوں کا دور دورہ ہو گیا۔ جیسا کہ قبل از وقت مجرب صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ ہونے والے واقعات کا اس طرح پر ذکر فرمایا

تھا کہ :-
تكون النبوة فيكم ما شاء الله ان تكون ثم يرفعها الله تعالى ثم تكون خلافة على منهاج النبوة ما شاء الله ان تكون ثم يرفعها الله تعالى ثم تكون ملكا عاضا فتكون ما شاء الله ان تكون ثم يرفعها الله تعالى ثم تكون ملكا جبرية فتكون ما شاء الله ان تكون ثم يرفعها الله تعالى ثم تكون خلافة على منهاج النبوة ثم سكت .
(مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۴۰۲)

مذکورہ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت وضاحت کے ساتھ ایک اور ایک دو، دو اور دو چار کی طرح اس امر کو بیان فرمایا کہ میرے بعد خلافت علی منہاج النبوت کا سلسلہ شروع ہوگا۔ اور جب تک خدا تعالیٰ چاہے گا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ پھر خدا تعالیٰ اس سلسلہ کو ختم کر دے گا۔ اس کے بعد ظالم بادشاہوں کا دور آئے گا۔ جب یہ دور بھی گذر جائے گا تو جبری حکومت کا زمانہ آجائے گا اور جب تک خدا تعالیٰ کی مرضی ہوگی یہ دور چلتا رہے گا۔ جب یہ زمانہ بھی گذر جائے گا تو پھر سے خلافت علی منہاج نبوت کا سلسلہ شروع ہو جائے گا اور یہ سلسلہ انشاء اللہ قیامت تک چلتا چلا جائے گا۔ کیونکہ مجرب صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد کسی اور نظام کی خبر نہیں دی بلکہ خلافت علی منہاج نبوت کے دوبارہ شروع ہونے کی بشارت سننا کہ آپ چپ ہو گئے۔ کیونکہ مسلمانوں سے یہ نعمت خلافت مستقل طور پر نہیں چھین لی گئی تھی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس عظیم نعمت کو اس شرط کے ساتھ مشروط رکھا تھا کہ جب تک مسلمان مومن رہیں گے اور اعمالِ صالحہ پر کار بند رہیں گے یہ نعمت ان میں جاری رہے گی۔ لیکن جب یہ شرط مفقود ہو جائے گی تب یہ نعمت بھی ان سے چھین لی جائے گی۔ تا وقتیکہ دوبارہ وہ شرط اپنے اندر نہ پیدا کر لیں۔ ورنہ صرف تیس سال تک خلافت کے انعام سے نوازنے کے بعد قیامت تک مسلمانوں کو اس انعام سے محروم کر دینا اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے منافی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب "شہادۃ القرآن" میں فرماتے ہیں :-

"بعض ما جب آیت و وعد اللہ الذین امنوا و عملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم کی عمومیت سے انکار کر کے کہتے ہیں کہ منکر سے صحابہ ہی مراد ہیں۔ اور خلافت راشدہ انہی کے زمانہ تک ختم ہو گئی اور پھر قیامت تک اسلام میں اس خلافت کا نام و نشان نہیں ہوگا۔ گویا ایک خواب و خیال کی طرح اس خلافت کا صرف تیس برس ہی دور تھا اور پھر ہمیشہ کے لئے

اسلام ایک لازوال نعمت میں پڑ گیا (نعتہ باللہ)۔" (ص ۳۷)
پھر آگے فرماتے ہیں :-
"چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہذا خدا تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشراف و اولیٰ ہیں علی طور پر ہمیشہ کے لئے تاقیامت قائم رکھے۔ سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو نچوڑ کیا۔ تا دنیائے کبریٰ اور کسی زمانہ میں برکات رسالت سے محروم نہ رہے۔ پس جو شخص خلافت کو تیس برس تک مانتا ہے وہ اپنی نادانی سے خلافت کی قلت غائی کو نظر انداز کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ خدا تعالیٰ کا یہ ارادہ تو ہرگز نہ تھا کہ رسول کریم کی وفات کے بعد صرف تیس برس تک رسالت کی برکتوں کو خلیفوں کے لباس میں رکھنا ضروری ہے پھر اس کے بعد دنیا تباہ ہو جائے تو کچھ پرواہ نہیں۔"

پس یہ ایک نہایت ہی مضر اور فاسد اند خیال ہے کہ نعمتِ خلافت کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صرف تیس سال کے لئے دیا۔ اور پھر قیامت تک کے لئے محروم کر دیا۔ نہیں، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بلکہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر فرمایا کہ تم تکون خلافت علی منہاج النبوت یعنی پھر دوبارہ نبوت کے بعد خلافت کے سلسلہ کو اللہ تعالیٰ جاری فرمائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ تدبیر کے نتیجے میں امتی نبی بنا کر مبعوث فرمایا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آنے والے مسیح کو صاف طور پر نبی اللہ کا خطاب عطا فرمایا (مشکوٰۃ) اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے متعلق حلیفہ یہ اعلان فرمایا :-

"میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے۔ جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔"

(تمتہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸)
پس جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نبی ہونا ثابت ہے تو ضروری ہے کہ جس طرح آنحضرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ شخصی خلافت کا سلسلہ شروع ہوا تھا اسی طرح آپ کے ارشاد کے مطابق کہ تم تکون خلافت علی منہاج النبوت آپ کی بعثتِ ثانیہ کے بعد بھی شخصی خلافت کا سلسلہ شروع ہو۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود نے اپنی جماعت کو اپنی

وفات کا المناک خبر دیتے ہوئے یہ مرثوہ بھی قبل از وقت سننا دیا تھا کہ :-
"سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اشرافیہ ہے کہ خدا تعالیٰ دو وقت در تین دکھلاتا ہے۔ تا نمازوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے۔ سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی ہے غمگین مت ہو۔ اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں۔ کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دکھنا بھی ضروری ہے۔ اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔" (الوصیۃ ص ۶)

۶

جماعت احمدیہ میں خلافت

۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کے دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا اور چودہ سو سالہ پرانا زخم پھر سے ہرا ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظنِ کامل اور برد ز کو پا کر آپ کے صحابہ جتنے خوش تھے اتنے ہی آپ کے وصال سے غمگین ہو گئے۔ اور اس صدمے نے انہیں نڈھال کر دیا۔ اور دنیا ان کی آنکھوں کے آگے اندھیری ہو گئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس لئے مبعوث نہیں فرمایا تھا کہ آپ علیہ السلام کا بیٹا ہو جائیں اور آپ کے بعد یہ بیٹے آئندہ اور طوفانوں اور مخالفت کے سیلاب کی نذر ہو جائے۔ اور مسلمان پھر بے سہارا اور یتیم ہو کر رہ جائیں۔ نہیں ایسا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جہنم آساری دنیا میں لہرانے کے لئے مبعوث فرمایا تھا۔ اور اسی مشن کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے بعد خلافت علی منہاج النبوت کا سلسلہ چلانے کا ارادہ کر رکھا تھا۔ چنانچہ اس صادق الوعد خدا نے اس بیٹے کی آبیاری کے لئے اور غمگین جماعت کے دلوں کی تسکین کی خاطر ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کے دن اس قدرتِ ثانیہ کو جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آسمان پر چلی گئی تھی دوبارہ اپنی پوری شان کے ساتھ ظاہر فرمادیا۔ اور جماعت احمدیہ نے بارہ سو افراد کی موجودگی میں حضرت مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پہلا خلیفہ منتخب کیا۔ اور اس طرح حضرت مسیح موعود کا وہ قول پورا ہوا کہ :- میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو قدرتِ ثانیہ کے مظہر ہوں گے۔ (الوصیۃ ص ۶)

The Weekly **BADR** Qadian

Khilafat Number

Vol. 22

24th May, 1973

No. 21

سب برکتیں خلافت میں ہیں

اِرشادِ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما

”اے دوستو! میری آخری نصیحت یہ ہے کہ سب برکتیں خلافت میں ہیں۔ نبوت ایک بیج بوتی ہے جس کے بعد خلافت اس کی تاثیر کو دُنیا میں پھیلا دیتی ہے۔ تم خلافتِ حقہ کو مضبوطی سے پکڑو اور اس کی برکات سے دُنیا کو متمتع کرو۔ تا خدا تعالیٰ تم پر رحم کرے اور تم کو اس دُنیا میں بھی اُونچا کرے اور اُس جہان میں بھی اُونچا کرے۔ تا مگر اپنے وعدوں کو پورا کرتے رہو۔ اور میری اولاد اور حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد کو بھی اُن کے خاندان کے عہد یاد دلاتے رہو۔ احمدیت کے مبلغ، اسلام کے سچے سپاہی ثابت ہوں۔ اور اس دُنیا میں خدائے قدوس کے کارنامے بنیں۔“

(الفصل ۲۰، مئی ۱۹۵۹ء)

